عنوانات	صفحہ
احیاء موات میں راجح قول امام ابوحنیفہ کا ہے	۴۰۸
جنگل کو آپس میں تقسیم کرنے سے لوگ اس کے مالک نہیں بن سکتے	۴۰۹
بنجر زمین پر محض نشانات لگانے سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی	۴۰۹
غیر مملوکہ مشترکہ چراہ گاہ کی زمین آباد کرنے سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی	۴۱۰
بنجر زمین کو آپس میں تقسیم کر کے آباد کرنا	۴۱۱
احیاء موات کا حق ہر ایک کو حاصل ہے	۴۱۱
غیر آباد زمین کو آباد کرنے والا بلاشرکت غیرے اسکا مالک ہوتا ہے	۴۱۲
مفاد عامہ سے خارج رقبے کو آباد کرنے والا مالک متصور ہوتا ہے	۴۱۲
غیر مسلم کے لئے احیاء موات کا حکم	۴۱۳
موات کی تعریف	۴۱۴
صرف قبضہ سبب ملک نہیں	۴۱۴
لیز موجب ملک نہیں	۴۱۵
سرکاری شاملات زمین پر کسی کے قبضہ سے احیاء کا حکم	۴۱۶
ہندوؤں کی متروکہ جائیداد پر قبضہ کا حکم	۴۱۷
گاؤں یا شہر کے قریب بنجر زمین آباد کرنا	۴۱۸
تحدید ملکیت زمین کے دلائل کا ایک جائزہ	۴۲۰
انفرادی اور شخصی ملکیت	۴۲۵

عنوانات	صفحہ
کتاب المزارعۃ	۴۳۱
زراعت کی چند صورتیں	۴۳۱
فصل کی کٹائی کی ذمہ داری کا حکم	۴۳۱
کسان کا مالک زمین کی اجازت کے بغیر فصل سے کچھ لینا	۴۳۲
کاشتکار سے بطور ضمانت کچھ رقم رکھنا	۴۳۳
مزارعت پر موت کے اثرات	۴۳۳
قدیم قبرستان میں مزارعت کا حکم	۴۳۴
افیون کی کاشت کا حکم	۴۳۵
تمباکو کی کاشت جائز ہے	۴۳۶
بھنگ کی کاشت کا حکم	۴۳۶
مزارع کی طرف سے تخم کے باوجود مالک زمین کا اسپر کھاد وغیرہ کے اشتراط سے مزارعت کا حکم	۴۳۷
ہدایہ کی ایک عبارت کی وضاحت	۴۳۷
چشمہ کے پانی سے منع کرنیکا حکم	۴۳۸
کتاب الذبائح	۴۴۱
ذبح کے لئے اللہ کا نام لینا ہی کافی ہے	۴۴۱
معاون ذابح کے لئے تسمیہ کا حکم	۴۴۱
ذبح فوق العقد کا حکم	۴۴۲
کسی جانور کا حرکت کرنا یا خون نکلنا باعث حلت ہے	۴۴۲

عنوانات	صفحہ
بوقت ذبح جانور کا سر تن سے جدا کرنا مکروہ ہے	۴۴۲
بوجہ حادثہ سر کٹنے کے بعد جانور کا حکم	۴۴۳
دانت یا ناخن وغیرہ سے ذبیحہ کا حکم	۴۴۴
مشینی ذبیحہ کا حکم	۴۴۵
خاص مواقع کے ذبح کا حکم	۴۴۵
اھل کتاب کے ذبیحہ کا حکم	۴۴۶
اہل تشیع کے ذبیحہ کا حکم	۴۴۶
گائے کے گوشت کی حلت کا حکم	۴۴۷
چوری کیے گئے جانور کے گوشت کا حکم	۴۴۷
خرگوش حلال جانور ہے	۴۴۸
کوے کی حلت وحرمت کا حکم	۴۴۸
ھدھد کھانے کا حکم	۴۴۹
موطوء جانور کا شرعی حکم	۴۵۰
یورپ کے ذبح شدہ جانوروں کے گوشت کا حکم	۴۵۱
غیر فطری طریقہ کی پیداوار غیر ملکی گائے کا حکم	۴۵۱
بوقت ذبح عمداً تسمیہ چھوڑنے کا حکم	۴۵۲
حلال جانور کے حرام اجزاء	۴۵۳
جانور کو گولی مار کر ذبح کرنا	۴۵۳
خنزیر کی حرمت میں فلسفہ	۴۵۴
کچھوا کھانے کا حکم	۴۵۷
درندوں کی حرمت کا فلسفہ	۴۵۷

عنوانات	صفحہ
کتاب الصید	۴۵۸
جال سے شکار کرنا جائز ہے	۴۵۸
بندوق سے شکار کرنے کا حکم	۴۵۸
مجروح شکار کا ذبح کرنا ضروری ہے	۴۵۹
شکار کا کٹا ہوا عضو کھانا جائز نہیں	۴۶۰
دریاؤں میں موجود مچھلیوں کو بیچنا جائز نہیں	۴۶۰
شکاری کتے کے شکار کا حکم	۴۶۱
چیتے اور شیر کے ذریعے شکار کرنا	۴۶۲
شوقیہ طور پر شکار کھیلنے کا حکم	۴۶۲
تجارت کی غرض سے شکار کا حکم	۴۶۳
کتاب الاضحیۃ	۴۶۷
نصاب قربانی کا معیار	۴۶۷
قربانی کے ایام کا حکم	۴۶۷
اُضحیہ کی عمر	۴۶۸
شرکاء قربانی کی تعداد	۴۶۹
شرکاء قربانی کی نیت کا حکم	۴۶۹
شرکت اضطراری میں قربانی کا وجوب	۴۷۰
قربانی کا جانور خریدنے کے بعد کسی کو شریک کرنا	۴۷۰
نابالغ کی قربانی کا حکم	۴۷۱
میت کے لئے قربانی کا حکم	۴۷۱

عنوانات	صفحہ
بلا عذر شرعی قربانی چھوڑ دینا	۴۷۲
قربانی کے جانور کو تبدیل کرنا	۴۷۲
قربانی کے جانور سے انتفاع کا حکم	۴۷۳
قربانی کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ	۴۷۴
قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا	۴۷۴
میت کیطرف سے کی گئی قربانی کے گوشت کا حکم۔	۴۷۵
نذر کی ہوئی قربانی کے گوشت کا حکم	۴۷۵
چرم قربانی کا رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنا	۴۷۶
صاحب نصاب کو چرم قربانی دینا جائز ہے	۴۷۶
قربانی کا گوشت اجرت میں دینا جائز نہیں	۴۷۷
داغدار جانور کی قربانی کا حکم	۴۷۷
نکیل والے جانور کی قربانی کا حکم	۴۷۸
سینگ کا ٹوٹ جانا مانع قربانی نہیں	۴۷۸
حاملہ جانور کی قربانی کا حکم	۴۷۹
خنثیٰ مشکل جانور کی قربانی کا مسئلہ	۴۷۹
خصی جانور کی قربانی کا حکم	۴۸۰
قربانی کیلئے جانور خرید کر موٹا کرنا	۴۸۰
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربانی کا حکم	۴۸۱
قربانی کے جانور کے دانت دیکھنا	۴۸۱
عورت کے حق مہر پر قربانی کا حکم	۴۸۲
گذشتہ سالوں کی قربانی کا حکم	۴۸۲
قربانی کے بجائے قیمت	۴۸۳
عقیقہ کی مشروعیت کا فلسفہ	۴۸۴
عقیقہ کے لئے جانور متعین کرنے کا حکم	۴۸۶

عنوانات	صفحہ
مردہ بچے کے عقیقہ کا حکم	۴۸۶
بچے کا عقیقہ کس پر ہے	۴۸۶
قربانی اور مسائل عید قربانی	۴۸۷
قربانی اور قرآن	۴۸۷
قربانی اور حدیث	۴۸۷
شرائط وجوب قربانی	۴۸۸
قربانی کے جانور	۴۸۹
جانور کی عمر	۴۸۹
قربانی کے اوقات	۴۸۹
گوشت اور کھال کا حکم	۴۹۰
تکبیرات تشریق	۴۹۱
عید کی سنتیں	۴۹۱
نماز عید کی نیت	۴۹۱
خطبہ	۴۹۱
کتاب الوصیۃ	۴۹۹
وارث کے لئے وصیت کرنا باطل ہے	۴۹۹
نابالغ اولاد کی شادیاں کرانے کے لئے کا وصیت کا حکم	۴۹۹
وصیت مملوکہ جائیداد میں نافذ ہے	۵۰۰
کل مال کے ثلث سے زائد میں وصیت معتبر نہیں	۵۰۱
میت کی زبانی وصیت سے مسجد پر خرچ کرنا	۵۰۱

کتاب الذبائح

(ذبح کرنے کے احکام و مسائل)

ذبح کے لیے اللہ کا نام لینا ہی کافی ہے

سوال:۔ اگر ایک شخص کوئی جانور ذبح کرتے وقت بِسۡمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکۡبَرۡ کہنے کی بجائے دوسرے ایسے کلمات ذکر کرے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں استعمال ہوتے ہوں تو کیا اس سے ذبیحہ حلال ہوگا یا نہیں؟

الجواب:۔ ذبیحہ کی حلّت کے لیے اللہ تعالیٰ کا نام لینا کافی ہے جس کی تخصیص مذکورہ بالا کلمات سے نہیں بلکہ ہر اُن کلمات سے ذبح کرنا جائز ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت پر دال ہوں۔

لما قال العلامة التمرتاشیؒ: (والشرط فی التسمیة هو الذکر الخالص عن شوب الدعاء وغیره (فلا یحل بقوله اللّٰهم اغفرلی) لانه دعاء وسوال (بخلاف الحمد لله وسبحان اللّٰهِ مریداً به التسمیة) فانه یحل۔ (تنویر الابصار علیٰ صدر رد المحتار ج ۶ ص۳۰۱ کتاب الذبائح) [1]

معاونِ ذابح کے لیے تسمیہ کا حکم

سوال:۔ مذبوحہ کی حلّت کے لیے اگرچہ ذابح کے لیے اللہ تعالیٰ کا نام لینا ضروری ہے لیکن اگر کوئی شخص ذابح سے تعاون کر رہا ہو تو کیا اُس کے لیے بھی ذابح کی طرح تسمیہ کہنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اس کے تسمیہ ترک کرنے سے مذبوحہ پر کیا اثر پڑتا ہے؟

الجواب:۔ اگر معاون کی حیثیت اس درجہ کی ہو کہ ذابح کا کردار اس کے بغیر نامکمل ہو، یہاں تک کہ چھری ہاتھ میں لے کر ذبح کرنے میں دونوں شریک کار ہوں تو ہر ایک کے لیے تسمیہ کہنا ضروری ہے اور ہر ایک مستقل ذابح شمار ہوگا۔

لما قال العلامة علاء الدین الحصکفیؒ: وفیها اراد التضحیة فوضع یده مع ید القصاب

---

[1] لما قال الشیخ الاسلام ابو بکر بن علی الحداد الیمنیؒ: وان قال بسم الله الرحمن الرحیم فهو حسن والشرط هو الذکر الخالص المجرد علیٰ ما قال ابن مسعود جردوا التسمیة ..... ولو قال سبحان الله والحمد للهِ ولا اله الا الله یرید التسمیة اجزء کان الماموربه ذکر الله علیٰ وجه التعظیم۔ (الجوهرة النیرة ج ۲ ص۲۷۶ کتاب الذبائح)

فی الذبح واعانه علی الذبح سمی کل وجوباً فلو ترکہا احدھما وظن ان تسمیۃ احدھما تکفی حرمۃ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۶ ص ۳۳۴ کتاب الاضحیۃ) ؎۱

ذبح فوق العقدہ کا حکم

سوال: شریعتِ مقدسہ میں ذبح فوق العقدہ کا کیا حکم ہے، اور اس سے جانور کی حلت و حرمت پر کیا اثر مرتب ہوتا ہے؟

الجواب: ذبح میں اصل چیز حلقوم، مری اور دو رگوں کا کاٹنا ضروری ہے جو عقدہ کے نیچے جمع ہوتے ہیں اس لیے تحت العقدہ ذبح کرنا زیادہ بہتر ہے۔ تاہم اگر ماہرینِ ذبح یہ کہیں کہ یہ اعضاء عقدہ کے اوپر کٹ جاتے ہیں تو بلا شبہ جانور حلال ہے لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ ذبح تحت العقدہ ہو۔

لما قال العلامۃ برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ: والذبح بین الحلق واللبۃ وفی الجامع الصغیر لا بأس بالذبح فی الحلق کلہ وسطہ واعلاہ واسفلہ۔

(الهدایۃ ج ۴ ص ۴۳۵ کتاب الذبائح) ؎۱

کسی جانور کا حرکت کرنا یا خون نکلنا باعثِ حلت ہے

سوال: اگر کسی جانور میں بظاہر زندگی کے آثار نہیں پائے جاتے ہوں لیکن ذبح کرنے کے بعد اس سے خون نکل آئے یا وہ حرکت کرے تو کیا اس سے وہ جانور حلال تصور ہوگا یا نہیں؟

الجواب: جب کسی جانور میں ظاہری علاماتِ حیات مفقود ہوں لیکن بوقتِ ذبح

؎۱ لما قال العلامۃ الفرغانی رحمہ اللہ: رجل اراد ان یضحی فوضع صاحب الشاۃ معہ یدالقصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح حتی صار ذابحاً مع القصاب۔ قال الشیخ الامام رحمہ اللہ تعالیٰ یجب علی کل واحدٍ منہما التسمیۃ حتی لو ترک احدھما التسمیۃ لا تحل الذبیحۃ۔ (الفتاوی قاضی خان علی هامش الهندیۃ ج ۳ ص ۳۵۵ کتاب الاضحیۃ۔ فصل فی مسائل متفرقۃ)

؎۲ قال العلامۃ علاؤ الدین الحصکفی رحمہ اللہ: وذکاۃ (الاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ بالفتح: المنحر من الصدر (وعروقہ الحلقوم) کلہ وسطہ او اعلاہ او اسفلہ وهو مجری النفس۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۶ ص ۲۹۴ کتاب الذبائح)

ومثلہ فی العنایۃ علی هامش فتح القدیر ج ۸ ص ۴۱۲ کتاب الذبائح۔

حرکت کرے یا اتنا خون نکل آئے جتنا کہ زندہ جانور سے نکلتا ہو تو اس کی زندگی کے لیے یہ علامت کافی ہے اور اس سے یہ جانور حلال سمجھا جائے گا۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الحصکفیؒ: ذبح شاة مریضة فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حیاته۔ قال ابن عابدینؒ (قوله او خرج الدم) کما یخرج من الحی۔ (ردالمحتار ج ۶ ص ۳۰۸ کتاب الذبائح) [1]

بوقتِ ذبح جانور کا سر تن سے جدا کرنا مکروہ ہے

سوال:۔ ذبح کرتے وقت اگر ذابح سے جانور کا سر کٹ جائے تو کیا اس سے مذبوحہ پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ ذبح کرتے وقت ذبیحہ کا سر کٹ جانے سے ذبح پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا، اس کا گوشت حلال اور کھانے کے قابل ہے، تاہم جانور کے ٹھنڈا ہونے سے قبل اس کا سر کاٹنا بوجہ غیر ضروری تعذیب کے کراہت سے خالی نہیں۔

لما قال الامام ابو الحسین احمد بن محمد البغدادیؒ: ومن بلغ بالسکین النخع وقطع الرأس کره له ذلک وتوکل ذبیحته۔ (مختصر القدوری ص ۲۷۶ کتاب الذبائح) [2]

بوجہ حادثہ سر کٹنے کے بعد جانور کا حکم

سوال:۔ اگر کسی جانور کا سر کسی حادثہ میں تن سے جدا ہو جائے تو باقیماندہ بدن پر چھری پھیرنے سے وہ جانور حلال ہوگا یا نہیں؟

---

[1] قال العلامة طاهر بن عبد الرشید البخاریؒ: رجل ذبح شاة او بقرة وتحرکت بعد الذبح خرج منها دم مسفوح تحل وکذا ان تحرکت ولم یخرج الدم او خرج الدم ولم یتحرک ..... وفی شرح الطحاوی وخروج الدم لا یدل علی الحیوة الا اذا کان یخرج کما یخرج من الحی۔ (خلاصة الفتاوی ج ۴ ص ۳۰۶ کتاب الذبائح)

ومثله فی الفتاوی البزازیة علی هامش الهندیة ج ۶ ص ۳۰۵ کتاب الذبائح۔

[2] لما قال الامام عبد الله بن محمود بن مودود الموصلی ویکره ان یبلغ بالسکین النخع او یقطع الرأس وتؤکل۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج ۵ ص ۱۲ کتاب الذبائح)

ومثله فی الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۶ ص ۲۹۶ کتاب الذبائح۔

الجواب:۔ صورتِ مسئولہ کے مطابق سر کٹنے کے بعد وہ رگیں اگر باقی ہوں جن کو کاٹنے سے جانور حلال ہوتا ہو تو یہ جانور حلال نہ ہوگا صرف چھری پھیرنا کافی نہیں۔

لما قال العلامة ابن البزاز الکردریؒ: ولو نزع الذئب رأس الشاة وبقیت حیة تحل بالذبح بین اللبة واللحیین، وفیہ..... شاة قطع الذئب اوداجها وهی حیة لا تذکی لفوات محل الذبح۔ (الفتاوی البزازیة علی هامش الهندیة ج۶ ص۳۰۸ کتاب الذبائح)[1]

دانت یا ناخن وغیرہ سے ذبیحہ کا حکم

سوال:۔ اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ حلال جانور قریب المرگ ہو اور چھری وغیرہ پاس نہ ہونے کی وجہ سے جانور کے مُردار ہونے کا خطرہ ہو تو کیا دانت، ناخن یا کسی تیز دھار پتھر سے جانور کا ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ کسی ہنگامی حالت میں چاقو یا چھری دستیاب نہ ہونے کی صورت میں ناخن، دانت یا تیز دھار پتھر وغیرہ سے جانور کا ذبح کرنا صحیح اور درست ہے بشرطیکہ ناخن اور دانت نکلے ہوئے ہوں ورنہ انگلیوں میں بڑھے ہوئے ناخن یا منہ کے دانتوں سے جانور ذبح کرنا جائز نہیں، لیکن انسان کے قابلِ احترام اجزاء ہونے کی وجہ سے نکلے ہوئے دانتوں یا ناخنوں سے جانور ذبح کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

لما قال العلامة ابوعبداللہ محمد بن الحسن الشیبانیؒ: ظفر منزوعٌ اَوْ قرن اَوْ عظم اَوْ سنٌّ منزوعة ذبح بها فانهر الدم وأفری الاوداج لم یکن بأ کلہ بأسٌ واکرہ هذا الذبح، وان ذبح بظفر او بسن غیر منزوعة فهی میتةٌ۔ (الجامع الصغیر ص۳۸۶ کتاب الذبائح)[2]

---

[1] ذکر فی الهندیة: ولو نزع الذئب رأس الشاة وهی حیة تحل بالذبح بین اللبة واللحیین..... شاة قطع الذئب اوداجها وهی لا تذکی لفوات محل الذبح۔
(الفتاوی الهندیة ج۵ ص۲۹۱ کتاب الذبائح، الباب الثالث فی المتفرقات)

[2] قال العلامة برهان الدین المرغینانیؒ: ویجوز بالظفر والسن والقرن اذا کان منزوعاً حتی لا یکون بأ کلہ بأس الا ان یکرہ هذا الذبح..... بخلاف غیر المنزوع لانہ یقتل بالثقل فیکون فی معنی المنخنقة۔ (الهدایة ج۴ ص۴۳۶ کتاب الذبائح)
ومِثلُہٗ فی الدر المختار علی صدر رد المحتار ج۶ ص۲۹۱ کتاب الذبائح۔

مشینی ذبیحہ کا حکم

سوال:۔ آجکل جدید سائنسی آلات سے جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے، شریعتِ مقدسہ میں مشینی ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ کسی جانور کو ذبح کرنے کے لیے شریعتِ مقدسہ نے چند شرائط رکھی ہیں:۔
(۱) ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا (۲) بوقتِ ذبح تسمیہ پڑھنا (۳) تحت العقد ذبح کرنا۔
لہٰذا اگر جدید سائنسی آلات سے ذبح کرنے میں مذکورہ شرائط موجود ہوں تو ذبیحہ حلال ہوگا اور اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں، بصورتِ دیگر ایسا ذبیحہ حلال نہیں اور نہ اس کا کھانا جائز ہے۔

لما قال الامام ابوالحسن احمد بن محمد البغدادی القدوریؒ: وذبیحة المسلم والکتابی حلال ولا تؤکل ذبیحة المرتد والمجوسی والوثنی والمحرم وان ترك التسمیة عمدًا فالذبیحة میتة لا تؤکل وان ترکها ناسیًا أُکل والذبح بین الحلق واللبة والعروق التی تقطع فی الزکاة اربعة الحلقوم والمری والودجان۔
(مختصر القدوری ص۲۷۶ کتاب الذبائح)[1]

خاص مواقع کے ذبح کا حکم

سوال:۔ بعض دفعہ خاص اسباب کی موجودگی میں کوئی جانور ذبح کیا جاتا ہے، مثلاً بیمار کو جب صحتیابی ملے تو اس کے لیے جانور ذبح کیا جاتا ہے یا کسی اہم تقریب کے انعقاد پر مہمان نوازی کے لیے جانور ذبح کیا جاتا ہے، تو کیا ان خاص اسباب کی وجہ سے اس کی حلت پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ شریعتِ مقدسہ میں وہ ذبیحہ حرام ہے جو غیر اللہ کے تقرب کے لیے ذبح کیا گیا ہو، مذکورہ بالا صورتوں میں غیر اللہ کا تقدس و تقرب نہیں بلکہ شکرِ الٰہی پیشِ نظر ہوتا ہے اس لیے اس ذبیحہ کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

---

[1] قال الامام عبداللہ بن محمود بن مودود الموصلیؒ: والذکاة الاختیاریة وهی الذبح فی الحلق واللبة والاضطراریة وهی الجرح فی ای موضع اتفق وشرطهما التسمیة وکون الذابح مسلمًا او کتابیًا۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج۵ ص۹ کتاب الذبائح)
ومثله فی کنز الدقائق ص۲۱۶ کتاب الذبائح۔

لما قال العلامۃ ابن عابدینؒ: (ولو ذبح للضیف یحرم) وعلیٰ ھٰذا فالذبح عند وضع الجدار او عروض مرض او شفاء منہ لا شک فی حلہ لان القصد منہ التصدق۔ (رد المحتار ج۶ ص۳۰۹ کتاب الذبائح) لے

اہلِ کتاب کے ذبیحہ کا حکم

سوال:۔ موجودہ دور کے عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ شریعتِ مقدسہ میں ذابح کا مسلمان یا اہلِ کتاب ہونا ضروری ہے، اسلئے عیسائی اور یہودی اگر اپنے مذہب کی بنیادی تعلیمات کی پیروی کے دعویدار ہوں تو ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانے میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔ تاہم موجودہ دور کی جدت پسندی کو مدنظر رکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ عیسائی اور یہودی ایسے عقائد و نظریات پر عمل پیرا ہیں جو اُن کے مذہب کے بنیادی عقائد سے متصادم ہیں، اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ ان کا ذبیحہ کھانے سے احتراز کیا جائے۔

لما قال العلامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفیؒ: حل ذبیحۃ مسلم و کتابی۔ الخ (کنز الدقائق ص۴۱۶ کتاب الذبائح) ۲ے

اہلِ تشیع کے ذبیحہ کا حکم

سوال:۔ جناب مفتی صاحب! کیا اہلِ تشیع کے ذبیحہ کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ علماء محققین کے نزدیک موجودہ دور کے اہلِ تشیع تعصب اور بغض و عناد کی وجہ سے ایسے عقائد کے مُعتقد ہیں جو موجبِ کفر ہیں، ایسے کفریہ عقائد رکھنے

لے قال العلامۃ المفتی محمد کامل بن مصطفیٰ الطرابلسیؒ: وعلیٰ ھٰذا فالذبح عند وضع الجدار وعروض مرض وشفاء منہ لا شک فی حلہ لان القصد منہ التصدق۔ (الفتاوی الکاملیۃ ص۲۳۹ کتاب الذبائح)

وَمِثْلُہٗ فی غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر للحمویؒ ج۳ ص۲۳ کتاب الذبائح۔

۲ے قال الشیخ ابوالحسین احمد بن محمد البغدادیؒ: وذبیحۃ المسلم والکتابی حلالٌ۔ (مختصر القدوری ص۲۷۵ کتاب الذبائح)

وَمِثْلُہٗ فی الاختیار لتعلیل المختار ج۵ ص۹ کتاب الذبائح۔

کی وجہ سے ان کے ذبیحہ کا حکم مرتدین کا ہو کر کھانے کے قابل نہیں ۔

لما قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاريؒ: الرافضي ان كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر وان كان يفضل عليًّا على ابي بكر وعمر رضي الله عنهم لا يكون كافرًا لكنه مبتدع ۔ (خلاصة الفتاوى ج ۴ ص ۳۸۱ كتاب الكراهية) لـه

گائے کے گوشت کی حلت کا حکم

سوال:۔ بعض واعظین سے اکثر ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں جو گائے کے گوشت سے نفرت دلاتی ہیں، کیا گائے کا گوشت کھانا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ از روئے شرع گائے ان حیوانات کی فہرست میں داخل ہے جو چیر پھاڑ کر نہیں کھاتے، اس لیے اس کی حلت میں کوئی شک نہیں، فقہاء کی تصریحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ گائے تو درکنار بلکہ اس کے پیٹ میں زندہ بچے کو اگر ذبح کیا جائے تو وہ بھی حلال ہے ۔

لما قال العلامة ابن عابدينؒ: بقرة تعسرت ولادتها فادخل ربها يده وذبح الولد حل وان جرحه في غير محل الذبح وان لم يقدر على ذبحه حل وان قدر لا ۔ (رد المحتار ج ۶ ص ۳۰۳ كتاب الذبائح) ۲ـه

چوری کیے گئے جانور کے گوشت کا حکم

سوال: چوری کئے گئے یا کسی مغصوبہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

لـه لما قال العلامة ملا علي القاريؒ: قلت وهذا في غير حق الرافضة الخارجية في زماننا فانهم يعتقدون كفر اكثر الصحابة فضلاً عن سائر اهل السنة والجماعة فهم كفرة بالاجماع بلا نزاع ۔ (مرقاة شرح مشكوٰة ج ۹ ص ۱۳۷ كتاب الفتن)

وَمِثْلُهٗ في شرح الفقه الاكبر ص ۲۷ الكبيرة لا تخرج المؤمن عن الايمان ۔

۲ـه قال العلامة الاستاذ محمد الشهير بالطوريؒ: لو ان بقرة تعسر عليها الولادة فادخل صاحبها يده وذبح الولد حل اكله وان جرحها في غير موضع الذبح اذا كان لا يقدر على ذبحه يحل وان كان يقدر لا يحل ۔ (البحر الرائق ج ۸ ص ۱۷۱ كتاب الذبائح)

وَمِثْلُهٗ في الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۲۸۷ كتاب الذبائح ۔ الباب الاول ۔

الجواب:۔ حلال جانور کی حلت و حرمت کے احکام پر سرقہ اور غصب مؤثر نہیں ہوتے بشرطیکہ ذابح مسلمان ہو اور ذبح کے وقت ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، تاہم سارق اور غاصب پر مالک کو اس کی قیمت ادا کرنا واجب ہے۔

لما قال العلامة ابن البزاز الکردری ؒ: غصب شاۃ وضحی بہا ان اخذھا مالکھا وضمنہ النقصان لا یقع عن الاضحیۃ وان ضمنہ قیمتھا حیۃ وقعت عنہ لانہا صارت ملکاً من وقت الغصب۔ (الفتاوی البزازیۃ علی ھامش الھندیۃ ج۶ ص۲۹۱ کتاب الاضحیۃ) لہ

خرگوش حلال جانور ہے

سوال:۔ جناب مفتی صاحب! خرگوش کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اہل تشیع اس کی حرمت کے قائل ہیں؟

الجواب:۔ شریعت مقدسہ نے خرگوش کو حلال جانور قرار دیا ہے۔

لما قال العلامۃ التمرتاشی رحمہ اللہ: (و) حل (غراب الزرع) الذی یاکل الحب (و الارنب والعقعق)۔ (تنویر الابصار علی صدر رد المحتار ج۶ ص۳۰۸ کتاب الذبائح) لہ

کوّے کی حلت و حرمت کا حکم

سوال:۔ جناب مفتی صاحب! کوّے کی حلت و حرمت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ کوّے کو عربی میں غُراب کہا جاتا ہے، فقہاء کرام کے اقوال سے

لہ لما قال العلامۃ طاھر بن عبد الرشید البخاری ؒ: اذا غصب شاۃ وضحی بہا لا یجوز و صاحبہا بالخیار ان شاء اخذھا ناقصۃ ویضمنہ النقصان ولا یجوز عن الاضحیۃ وان شاء ضمنہ قیمتھا حیۃ فتصیر الشاۃ ملکاً للغاصب من وقت الغصب فیجوز عند الثلاثۃ رحمہم اللہ استحساناً۔ (خلاصۃ الفتاوی ج۴ ص۳۱۶ کتاب الاضحیۃ)

وَمِثْلُہٗ فی الفتاوی الھندیۃ ج۵ ص۳۰۳ الباب السابع فی التضحیۃ عن الغیر۔

لہ واخرجہ الامام ابو عیسیٰ الترمذی ؒ فی سننہ: عن ھشام بن زید قال سمعتُ انساً یقول انفجنا ارنباً بمر الظہران فسعی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفہا فادرکتُہا فاخذتُہا فاتیتُ بہا ابا طلحۃ فذبحہا بمروۃ فبعث معی بفخذھا او بورکہا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاکلہ فقلت اکلہ قال قبلہ۔ (الجامع الترمذی ج۲ ص۲ (کتاب الاطعمۃ باب ماجاء فی اکل الارنب)

وَمِثْلُہٗ فی البحر الرائق ج۸ ص۱۷۲ کتاب الذبائح۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تین قسمیں ہیں (۱) بعض کوّے ایسے ہوتے ہیں جو صرف مردار اور اور نجس چیزیں کھاتے ہیں، غراب (کوّے) کی یہ قسم حرام ہے۔ (۲) دوسری قسم کے کوّے وہ ہیں جو کھانے میں صرف دانے (پاکیزہ چیزیں) استعمال کرتے ہیں، مردار نہیں کھاتے، ان کا کھانا حلال ہے۔ (۳) کوّوں کی ایک تیسری قسم بھی ہے جس کی خوراک حرام اور حلال سے مرکب ہوتی ہے، یعنی مردار بھی کھا لیتے ہیں اور پاکیزہ چیزیں بھی ۔ قاضی ابو یوسفؒ اگرچہ اس کی کراہت کے قائل ہیں لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حلال ہے اور فتویٰ آپؒ ہی کے قول پر ہے۔

لما قال العلامة فخر الدين عثمان بن علی الزیلعیؒ : والغراب ثلاثة انواع یأکل الجیف فحسب فانہٗ لا یؤکل ونوع یأکل الحب فقط فانہٗ یؤکل ونوع یخلط بینہم وھو ایضاً یؤکل عند ابی حنیفةؒ وھو العقعق لانہٗ کالدجاج وعن ابی یوسف رحمہ اللہ انہ یکرہ لان غالب ماکولہ الجیف والاول اصح ۔ انتہیٰ

(تبیین الحقائق ج ۵ ص ۲۹۵ کتاب الذبائح) لہ

ہُدہُد کھانے کا حکم

سوال :- جناب مفتی صاحب ! ہُدہُد کا گوشت کھانا ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اسلام میں ہر اُس پرندے کا کھانا حرام ہے جو اپنی خوراک (شکار) چیر پھاڑ کر کھاتا ہو، ہُدہُد کا شمار چونکہ ایسے پرندوں میں نہیں ہوتا جو چیر پھاڑ کر کھاتے ہیں اس لیے اس کے کھانے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، تاہم بعض فقہاء کرام نے اس کے کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے، اس لیے اجتناب ہی بہتر ہے۔

لہ لما قال العلامة الاستاذ محمد الشہیر بالطوری رحمہ اللہ : والغراب ثلاثة انواع نوعٌ یأکل الجیف فحسب فانہٗ لا یؤکل ونوعٌ یاکل الحب فحسب فانہ یؤکل ونوع یخلط بینھما وھو ایضاً یؤکل عند الامام وھو العقعق لانہ یاکل الدجاج وعن ابی یوسفؒ انہٗ یکرہ اکلہ لانہٗ غالب اکلہ الجیف والاوّل اصح۔

(البحر الرائق ج ۸ ص ۱۷۲ کتاب الذبائح)

وَمِثْلُہٗ فی مجمع الانہر شرح الملتقی الابحر ج ۲ ص ۵۱۴ کتاب الذبائح ۔

لما قال الامام شیخ الاسلام ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنیؒ: وکذا لا بأس باکل العقعق والھدھد والحمام والعصافیر لان عامۃ اکلھا الحب والثمار

(الجوھرۃ النیرہ ج۲ ص۲۷۹ کتاب الذبائح) لہ

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ: ویکرہ الصرد والھدھد۔

(رد المحتار ج۶ ص۳۰۶ کتاب الذبائح) لہ

موطوءہ جانور (چارپائے) کا شرعی حکم

سوال:۔ کسی حیوان سے بدفعلی کرنے سے اس فعل کی قباحت اور حرمت سے قطع نظر اس کے گوشت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ کسی حلال جانور سے ایسے مکروہ فعل کے کرنے سے اس کا گوشت یا دودھ حرام نہیں ہوتا ہے، تاہم ایسے حیوان کی موجودگی اس غیر فطری عمل کے تذکرا اور یاد دہانی کا ذریعہ ضرور ہے، اس لیے فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ ایسے جانور کو ذبح کرکے اس کا گوشت جلادیا جائے تاکہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ شناعت دائمی نہ رہے تاہم کسی دور دراز علاقہ میں لے جاکر فروخت کرنے سے بھی ایسے جانور کو دور کیا جاسکتا ہے۔

لما قال العلامۃ ابن الھمامؒ: (والذی یروی انہ تذبح البھیمۃ وتحرق ذلک لقطع) امتداد (التحدث بہ) کلما رؤیت فیتاذی الفاعل بہ ولیس بواجب واذا ذبحت وھی مما لا تؤکل ضمن قیمتھا..... وان کانت مما تؤکل اکلت وضمن عند ابی حنیفۃؒ وعند ابی یوسفؒ لا تؤکل۔ (فتح القدیر شرح الھدایۃ ج۵ ص۴۵ کتاب الذبائح) ؎۲

لہ قال الامام ابو اللیث السمرقندیؒ الفقیہ الکامل: ولا بأس باکل العقعق عند ابی حنیفۃؒ وکذا لا بأس بالھدھد۔ (الفتاویٰ النوازل ص۳۳۶ کتاب الذبائح)

ومثلہ فی الفتاویٰ الھندیۃ ج۵ ص۲۹۰ کتاب الذبائح۔ الباب الثانی۔

؎۲ قال العلامۃ ابن نجیمؒ: والذی انھا تذبح البھیمۃ وتحریم فذلک لقطع التحدث بہ ولیس بواجب قالوا ان کانت الدابۃ مما لا تاکل لحمھا تذبح وتحرق لما ذکرنا وان کانت مما تؤکل تذبح وتؤکل عند ابی حنیفۃ وقالا تحرق ھذا ایضاً۔ (البحر الرائق ج۵ ص۱۷ کتاب الذبائح)

ومثلہ فی رد المحتار ج۴ ص۲۶ کتاب الحدود، مطلب فی وط الدابۃ

یورپ کے ذبح شدہ جانوروں کے گوشت کا حکم

سوال:۔ جناب مفتی صاحب! بلادِ عرب میں نیوزی لینڈ، آسٹریلیا وغیرہ یورپی ممالک سے بند ڈبوں میں مرغی اور دیگر جانوروں کا گوشت آتا ہے اور ان ڈبوں پر یہ تحریر ہوتا ہے کہ حلال طریقے سے ذبح کیا گیا ہے، تو کیا ایسے گوشت کا استعمال کرنا جائز ہے؟

الجواب:۔ ایسے گوشت کے بارے میں اگر غالب گمان یہ ہو کہ اس کے ذابحین مسلمان ہیں اور انہوں نے اسلامی طریقہ سے ذبح کیا ہے تو فتویٰ کی رُو سے اس کا استعمال کرنا مرخص ہے مگر تقویٰ کی رُو سے اس سلسلہ میں عصرِ حاضر کی دیگر بے احتیاطیوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس کے استعمال سے پرہیز ہی کرنا چاہیئے۔

لما قال العلامة التمرتاشی رحمه الله: وذکوٰة الاختیار ذبح ا طلق واللبة..... والمری والودجان..... وشرط کون الذابح مسلماً حلالاً خارج الحرم.... والشرط فی التسمیة هو الذکر الخالص عن شوب الدعاء۔ (تنویر الابصار علیٰ صدر رد المحتار ج۶ ص۲۹۶ کتاب الذبائح)[1]

غیر فطری طریقہ کی پیداوار غیر ملکی گائے کا حکم

سوال:۔ بعض نسل کی گائیوں کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کی نسل کشی کے لیے خنزیر کا مادہ منویہ بذریعہ ٹیسٹ ٹیوب یا بذریعہ حُقنی استعمال کیا جاتا ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے، ایسی گائے کو جرسی یا غیر ملکی گائے کہا جاتا ہے۔ ایسی گائے کے گوشت کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ حیوانات کی نسل مادہ سے ثابت ہوتی ہے، نر کے مادۂ منویہ کا کوئی

---

[1] وفی الهندیة: الاختیاریة فرکنها الذبح فیما یذبح من الشاة...... والذبح هو فری الاوداج ومحله ما بین اللبة واللحیین..... منها ان یکون مسلماً اوکتابیاً.... منها التسمیة حالة الذکاة عندنا..... منها ان یرید بها التسمیة علی الذبیحة..... منها قیام اصل الحیاة فی المستأنس وقت الذبح۔ (الفتاویٰ الهندیة ج۵ ص۲۸۵، ۲۸۶ کتاب الذبائح۔ الباب الاول)

وَمِثْلُهٗ فی الهدایة ج۴ ص۴۳۷ کتاب الذبائح۔

اعتبار نہیں ہوتا، اس لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر بکری کے ساتھ کوئی درندہ جفتی کرے تو بچہ ماں کے تابع ہوگا، لہٰذا صورتِ مسئولہ کے مطابق برمتی کی مذکورہ گائے کو ذبح کرنا اور اس سے انتفاع حاصل کرنا یعنی اس کا گوشت کھانا جائز ہے۔

لما قال العلامة الکاسانی رحمه الله: فان کان متولداً من الوحشی والانسی فالعبرة للام فان کانت اهلیة یجوز والا فلا حتی ان البقرة الاهلیة اذا نزا علیها ثور وحشی فولدت ولداً فانه یجوز ان یضحی به وان کانت البقرة وحشیة والثور اهلیا لم یجز لان الاصل فی الولد الام لانه ینفصل عن الام۔

(بدائع الصنائع ج۵ ص۶۹ کتاب الذبائح) [1]

بوقتِ ذبح عمداً تسمیہ چھوڑنے کا حکم

سوال:۔ اگر کوئی شخص جانور ذبح کرتے وقت قصداً و عمداً بسم اللہ چھوڑ دے تو کیا یہ ذبیحہ حلال ہوگا یا نہیں؟

الجواب:۔ احناف کے ہاں ذبح کرتے وقت بسم اللہ الخ قصداً و عمداً ترک کرنا ذبیحہ کے مردار ہونے کا سبب ہے، لہٰذا بوقتِ ذبح عمداً بسم اللہ ترک کرنے سے ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے جس سے کسی بھی قسم کا انتفاع جائز نہیں، نہ خود کھا سکتا ہے اور نہ دوسروں کو کھلا سکتا ہے۔

لما قال العلامة المرغینانی رحمه الله: ان ترك التسمیة عمداً لایسع الاجتهاد ولو قضی القاضی بجواز بیعه لاینفذ۔

(الهدایة علی صدر فتح القدیر ج۸ ص۵۷ کتاب الذبائح) [2]

---

[1] قال العلامة ابوبکر الجصاص الرازیؒ: الاتری ان حمارة اهلیة لو ولدت من حمار وحشی لم یؤکل ولدها ولو ولدت حمارة وحشیة من حمار اهلی اُکل ولدها فکان الولد تابعاً لامه دون ابیه۔ (احکام القرآن ج۵ ص۳ سورة النحل)

[2] قال العلامة ابن عابدینؒ: ولاتحل ذبیحة من تعمد ترك التسمیة مسلماً او کتابیا لنص القرآن ولا نعقاد الاجماع۔ (رد المحتار ج۶ ص۲۹۹ کتاب الذبائح)

ومثله فی الهدایة ج۴ ص۴۳۵ کتاب الذبائح۔

حلال جانور کے حرام اجزاء

سوال: حلال مذبوحہ کے بدن سے کون کون سے چیزیں کھانا حرام ہیں؟

الجواب: حلال جانور کا شرعی طریقہ سے ذبح ہونے کے باوجود اس کے سات مندرجہ ذیل اعضاء کا کھانا حرام ہے:۔ (۱) پتا (۲) مثانہ (۳) غدود (۴) فرج (۵) ذکر، (۶) خصیتین اور (۷) دم مسفوح۔

لما قال العلامة محمد بن حسن الشیبانیؒ: عن مجاهد قال کرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الشاۃ سبعاً: المرار والمثانۃ والغدۃ والحیاء والذکر والانثیین والدم۔ انتہی (کتاب الآثار ص۱۷۹ باب ما یکرہ من الشاۃ الدم وغیرہ)[1]

جانور کو گولی مار کر ذبح کرنا

سوال: جناب مفتی صاحب! ہمارے گاؤں کے قریب ایک جنگل ہے جس کو ہم لوگ بیلہ کہتے ہیں، گاؤں والے اس میں اپنے مال مویشی چھوڑ دیتے ہیں جس میں کبھی کبھی کوئی جانور وحشی بھی ہو جاتا ہے جو کسی طرح قابو میں نہیں آتا تو لوگ اس کو گولی مار کر گرا لیتے ہیں اور پھر اس کو ذبح کرتے ہیں۔ تو کیا ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب: گولی مار کر گرانے کے بعد اگر جانور میں جان باقی ہو اور فوراً اس کو شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا جائے تو وہ حلال ہوگا ورنہ نہیں، البتہ کسی جانور کو ذبح کرنے سے پہلے بلاوجہ گولی مارنا ظلم وزیادتی اور موجب گناہ ہے۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: وحل المذبوح بقطع ای ثلاث منها اذ للاکثر حکم الکل۔ (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار ج۶ ص۲۹۵ کتاب الذبائح)

---

[1] قال العلامة علاؤ الدین الکاسانیؒ: واما بیان ما یحرم اکلہ من اجزاء الحیوان الماکول فالذی یحرم اکلہ منہ سبعۃ الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج۵ ص۶۱ کتاب الذبائح)

ومثلہ فی تنقیح الحامدیۃ ج۲ ص۲۳۲ کتاب الذبائح۔

خنزیر کی حرمت میں فلسفہ

سوال:۔ جناب مفتی صاحب! یہاں جاپان میں عموماً خنزیر کا گوشت کھایا جاتا ہے، حتیٰ کہ بعض مسلمان جو کہ عرصہ دراز سے یہاں مقیم ہیں وہ بھی استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گائے اور خنزیر کے گوشت میں کوئی فرق نہیں، دونوں کا گوشت ایک ہی طرح کا ہوتا ہے بلکہ خنزیر کا گوشت گائے کے گوشت سے لذیذ ہوتا ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ اسلام میں خنزیر کا گوشت حرام قرار دینے کا کیا فلسفہ ہے؟

الجواب:۔ اسلامی نقطہ نظر سے کسی چیز کی حلت اور حرمت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اللہ تعالیٰ جس چیز کو حلال فرمادیں وہ حلال ہوتی ہے اور جس کو حرام فرمادیں وہ حرام ہوتی ہے۔ اس مسئلہ میں کسی کو قیاس آرائی کی اجازت نہیں کہ وہ ادھر اُدھر صغریٰ وکبریٰ ملا کر کسی چیز پر حلال یا حرام ہونے کا حکم لگائے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف حیوانات کی طرح گائے کو بھی حلال قرار دیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

ثَمَانِیَةَ أَزْوَاجٍ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ ۔۔۔۔ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ ۔

(سورۃ الانعام پ ۸ آیت ۔۔)

(ترجمہ) "آٹھ نر و مادہ یعنی بھیڑ میں دو قسم اور بکری میں دو قسم، آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ نے ان دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو ۔۔۔۔ اور گائے میں دو قسم، آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو۔"

مشہور مفسرِ قرآن علامہ ابن کثیرؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

ثم بين اصناف الانعام الى غنم ۔۔۔۔۔۔ الابل ذكورها واناثها والبقر كذلك وانه تعالىٰ لم يحرم شيئاً من ذلك ولا شيئاً من اولادها بل كلها مخلوقة لبنى آدم اكلا وركوباً وحمولة وحلباً وغير ذلك من وجوه المنافع۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۸۳)

(ترجمہ) "پھر اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی اقسام کو بیان کیا ۔۔۔ حتیٰ کہ اونٹ اس کا نر و مادہ اور اسی طرح گائے بھی، بیشک اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اور ان کی اولاد میں سے کسی کو بھی حرام نہیں کیا بلکہ یہ سارے کے سارے بنی آدم کے کھانے، سواری، باربرداری اور دودھ وغیرہ منافع کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔"

اس لیے گائے کے حلال ہونے میں شک کرنا صحیح نہیں —— اور خنزیر کو بعض دیگر حیوانات کی طرح حرام قرار دیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

قُلْ لَآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا۔ (سورۃ الانعام پ۸ آیت ۰)

(ترجمہ) "آپؐ فرمادیں کہ میں نہیں پاتا اس وحی میں جو مجھ کو پہنچتی ہے کسی چیز کو حرام کھانے والے پر جو اس کو کھاوے مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا گوشت سُوّر کا کہ وہ ناپاک اور ناجائز ہے"۔

اور اسی پر امت کا اجماع ہے، علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں :۔

"خنزیر نجس العین ہے اور اس کا کھانا حرام ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں"۔ (حیات الحیوان اردو) ج ۲ ص ۱۶۱ الخنزیر)

خنزیر کی حرمت پر قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ، آثارِ صحابہ و تابعین اس کثرت سے دال ہیں کہ کسی بھی مسلمان کے لیے ان کے ہوتے ہوئے اس کا کھانا حلال نہیں۔

شریعت جس چیز کو حرام کرتی ہے اس میں اس حکم کے علاوہ دیگر مضرّات بھی ہوتے ہیں جو انسانی بدن یا اس کے اخلاق کے لیے صحیح نہیں ہوتے۔ چنانچہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ خنزیر کی حرمت کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

(۱) اس بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اوّل درجہ کا نجاست خور، بے غیرت اور دیوث ہے، اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر (انسانی) بدن اور روح پر بھی پلید ہی ہوگا کیونکہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلّم ہے کہ غذاؤں کا اثر بھی انسان کی روح پر ضرور ہوتا ہے پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بد جانور کے گوشت کا اثر بھی بد ہی ہوگا، جیساکہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے بھی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصہ حیا کی قوت کو کم کر دیتا ہے اور دیوثی کو بڑھاتا ہے، پس جبکہ یہ امر مسلّم ہے کہ تغیّرِ بدن و تغیّرِ اخلاق کے اسباب میں سے زیادہ تر قوی سبب غذا ہے، لہٰذا ایسے جانور کا گوشت کھانے سے شریعتِ اسلامیہ نے منع فرما دیا۔

(۲) خنزیر یعنی خوک نجاست کی طرف بہت زیادہ مائل ہے خصوصاً انسان کا فُضلہ یعنی براز اس کی خوراک ہے، اس کا گوشت اسی نجاست سے پیدا ہوتا ہے، پس اس کا گوشت کھانا گویا

اپنی نجاست کھاتا ہے ۔

(۳) صاحب مخزن الادویہ فسادِ گوشت خوک اور اس کی حرمت کی تیرہ وجوہ ذیل میں تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس جانور کا گوشت فطرتِ انسانی کے برخلاف ہے، وہ لکھتے ہیں کہ :۔

"گوشت خوک مواد خلط غلیظ است و مورث حرص شدید و صداع مزمن، و داء الفیل، و اوجاع المفاصل و فسادِ عقل و زوال مروت و غیرت وحمیت و باعث فحش است و اکثرے از فرق غیر اسلامی آں رامی خورند و قبل از ظہور نورِ اسلام گوشت آں را در بازار ہامی فروختند و بعد ازاں در مذہب اسلام حرام و بیع آں ممنوع و موقوف گردید بسیار کثیف و بدہیئت است۔"

(احکام اسلام عقل کی نظر میں ص۲۰۴)

(۴) سؤر کا گوشت ایک بیماری کا باعث بنتا ہے جو کہ آنکھوں کی ایک بیماری ہے اور اس کا نام ٹرکن اوسس ہے جو کہ صحرائی آب وہوا میں بہت جلد اثر کرتی ہے ۔

باقی رہا مسئلہ گائے وغیرہ کا تو مولانا اشرف علی تھانوی اس بارے میں فرماتے ہیں :۔

(۱) یہ سارے جانور در اصل مزاجِ انسانی کے موافق اور ستھرے و معتدل المزاج ہوتے ہیں اس لیے حلال ٹھہرائے گئے ہیں اور ان جانوروں کو خدا تعالیٰ نے بہیمۃ الانعام فرمایا ہے، اور اسی توافق و اعتدال کے سبب دنیا میں زیادہ تر انہیں جانوروں کا گوشت بنی آدم استعمال کرتے ہیں، فطرتِ انسانی اس امر کی مقتضی ہے کہ جیسا کہ بنی آدم کی خوراک کا کچھ حصہ نباتات سے ہوتا ہے ایسا ہی کچھ حصہ اس کا حیوانات سے ہو اور اس کی خوراک کے لیے حیوانات بھی وہ مقرر ہونے مناسب تھے جو اس کے مزاج کے موافق ہوں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا ۔

(۲) جبکہ انسان جامع جلال وجمال ہے تو اس کی خوراک میں بھی جلال وجمال دونوں کا ہونا مناسب تھا لہٰذا انسان کی خوراک کے لیے وہ جانور مقرر ہوئے جن میں جمال و جلال ہر دو صفات موجود ہیں ۔ (احکام اسلام عقل کی نظر میں ص۲۱۷)

مزید تفصیل کے لیے "حیات الحیوان" از علامہ دمیری رحمہ اللہ کی طرف مراجعت کریں، مسلمان کے لیے صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہی کافی ہے ۔ (وہو الموفق والمعین)

کچھوا کھانے کا حکم

سوال: جناب مفتی صاحب! کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ چونکہ دریائی جانور سب پاک ہیں اس لیے کچھوا کھانا بھی جائز ہے، جبکہ کچھ لوگوں کے نزدیک اس کا کھانا درست نہیں، شریعتِ مطہرہ کے احکامات کی روشنی میں بتائیں کہ کچھوا کھانا حلال ہے یا حرام؟

الجواب: احناف کے نزدیک دریائی جانوروں میں سے فقط مچھلی حلال ہے، باقی سب حرام، لہٰذا کچھوا (شمشتی) کھانا بھی حرام ہے۔

قال العلامة المرغيناني: ولا يوكل من حيوان الماء الا السمك۔

(الهداية ج۴ ص۴۲۴ كتاب الذبائح)

درندوں کی حرمت کا فلسفہ

سوال: بعض اوقات میرے ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ شریعتِ مقدسہ نے جو شیر، ریچھ، گیدڑ وغیرہ درندوں کو حرام قرار دیا ہے تو اس کی کیا وجہ ہے اور کس فلسفہ کے تحت یہ درندے حرام قرار دیئے گئے ہیں، ازراہِ کرم تسلی بخش جواب دے کر مشکور فرمائیں؟

الجواب: ایک مسلمان کے لیے کسی چیز کے بارے میں حلت و حرمت کا اعتقاد کسی فلسفے کے تحت نہیں ہونا چاہیئے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہوئے ماننا ضروری ہے اللہ تعالیٰ کسی چیز کے بارے میں حلت و حرمت کا حکم بغیر کسی حکمت کے نہیں فرماتا۔

چنانچہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سارے درندے جانور جن کی سرشت و فطرت میں پنجوں سے چھیلنا اور صولت سے زخم پہنچانا اور جن میں سخت دلی ہے سب حرام ٹھہرائے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑیئے کے بارے میں فرمایا ہے: او یاکل احد یعنی کیا بھیڑیئے کو بھی کوئی انسان کھاتا ہے یعنی اس کو کوئی نہیں کھاتا۔ وجہ حرمت ظاہر ہے کہ ان جانوروں کے کھانے سے انسان میں درندگی پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ان کی طبیعت اعتدال سے خارج ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں رحم نہیں ہوتا، اسی واسطے ہر شکاری پرندے کے کھانے سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا۔" (احکام اسلام عقل کی نظر میں ص۲۰۵ کتاب الاکل والشرب)

کتاب الصّید

(شکار کرنے کے احکام و مسائل)

جال سے شکار کرنا جائز ہے

سوال:۔ بعض علاقوں میں مچھلی یا پرندوں کے شکار کے لیے جال استعمال کیا جاتا ہے جس میں عموماً پرندوں کو سبز باغ دکھا کر پکڑا جاتا ہے، کیا یہ طریقہ دھوکہ دہی کے دائرہ میں ہو کر شکار پر اس کا کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ شکار قرآن و حدیث کی رو سے مباح ہے، ایسے مباح امر کے حصول کے لیے کسی حیلہ کا اختیار کرنا شرعاً ممنوع نہیں، جال سے شکار کرنا کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے فقہاء کی عام عبارتیں اس کے جواز پر دال ہیں۔

لما قال العلامة قاضی خانؒ: رجلٌ حفر فی ارضہٖ حفیرۃ فوقع فیھا صیدٌ ا فجاء رجلٌ واخذہ قال الصید یکون للآخذ وان کان صاحب الارض اتخذ تلک الحفیرۃ لاجل الصید فھو احق بالصید۔ (الفتاویٰ قاضی خان علیٰ ہامش الہندیۃ ج۳ ص۳۵۹ کتاب الصید والذبائح) [۱]

بندوق سے شکار کرنے کا حکم

سوال:۔ بندوق یا غلیل سے کیا ہوا شکار اگر ذبح نہ ہو سکے تو اس کے کھانے کا کیا حکم ہے؟ اگر بندوق یا غلیل کی گولی سے شکار زخمی ہو کر مر جائے تو کیا یہ جرح ذبح کے لیے کافی ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ فقہاء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز خود جارح نہ ہو بلکہ زور

---

[۱] قال العلامة ابن البزاز الکردریؒ: لمن نصب فسطاطاً بارض صید فی ارض رجل او انکسرہ جلہ فیھا او وقع فیہ بحیث لا یقدر علی البراح فاخذہ انسان ونازعہ صاحب ان کان صاحب الارض بحیث لو مدّ یدہ یصل الیہ فھو لہٗ وان کان بعیداً لا یصل الیہ یدہ لو مدّہ فھو للآخذ۔ (الفتاویٰ البزازیۃ علیٰ ہامش الہندیۃ ج۶ ص۳۰۳ الباب الخامس فی تملیک الصید)
وَمِثْلُہٗ فی الہندیۃ ج۵ ص۴۱۸ الباب الثانی فی تملیک مابہ الصید الخ۔

سے شکار کو زخمی کرے اور وہ اس سے مر جائے تو یہ موقوذۃ کے حکم میں ہو کر حلال نہیں ، بندوق اور غلیل کی گولی خود جارح نہیں بلکہ عموماً جانور اس کے زور (پریشر) سے زخمی ہوتا ہے اس لیے اس کی حلت کے لیے یہ جرح کافی نہیں، تاہم اگر حیوان میں کچھ حیات باقی ہو اور اس کو ذبح کر لیا جائے تو پھر کھانے میں کوئی حرج نہیں ۔

لما قال العلامة قاضی خانؒ : ولا یحل صید البندقة والحجر والمعراض والعصا وما اشبه ذلک وان جرح ذلک ۔ (الفتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ج۳ ص۳۶۰ کتاب الصید والذبائح) لہ

مجروح شکار کا ذبح کرنا ضروری ہے

سوال : مجروح شکار اگر چند لمحے زندہ رہ سکتا ہو یا اضطراری موت سے محفوظ ہو جائے تو اس کی حلت کے لیے زخمی ہونا ہی کافی ہے یا اس کا ذبح کرنا ضروری ہے؟

الجواب : مجروح شکار جب کچھ دیر زندہ ہو یا کم از کم اضطراری موت سے بچ سکتا ہو تو شرعاً ذبح کرنا ضروری ہے کیونکہ جرح ذبح اختیاری کے حکم میں ہے اور یہ اس وقت کار آمد ہے جب تک ذبح اختیاری قابلِ عمل نہ ہو ۔

لما قال العلامة ابوبکر الکاسانیؒ : وقال اصحابنا رحمهم الله لو جرحه السهم او الکلب فادرکه لکن لم یأخذه حتی مات فان کان فی وقت لو اخذه یمکنه ذبحه فلم یأخذه حتی مات لم یؤکل لان الذبح صار مقدوراً علیه فخرج الجرح من ان یکون ذکاةً ۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج۵ ص۵۱ کتاب الصید)

لہ عن ابراهیم بن عدی بن حاتمؓ قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا رمیت فسمیت فخزقت فکل وان لم تخزق فلا تأکل ولا تأکل من المعراض الا ما ذکیت ولا تأکل من البندقة الا ما ذکیت ۔ (رواه احمد) (نیل الاوطار ج۸ ص۱۴۳ کتاب الصید، باب النهی عن الرمی بالبندق وما فی معناه)

وَمِثْلُهٗ فی رد المحتار علی الدر المختار ج۶ ص۴۷۱ کتاب الصید ۔

لہ قال العلامة علاؤ الدین الحصکفیؒ : (ولا بد من ذبح صید مستأنس لان ذکاة الاضطرار انما یصار الیها عند العجز عن ذکاة الاختیار) وکفی جرح نعم کبقر وغنم (توحش) فیجرح کصید (او تعذر ذبحه) کان تردی فی بئر او ندّ او صال حتی لو قتله المصول علیه مریداً ذکاته حل ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج۶ ص۳۰۳ کتاب الذبائح)

وَمِثْلُهٗ فی البحر الرائق ج۸ ص۱۷۱ کتاب الذبائح ۔

شکار کا کٹا ہوا عضو کھانا جائز نہیں

سوال:۔ اگر شکار کرنے وقت تیر یا کسی اور تیز دھار آلہ سے زندہ جانور سے کوئی عضو الگ ہو جائے اور بعد میں وہ جانور ذبح کر لیا جائے تو اس کٹے ہوئے عضو کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ جب کسی زندہ جانور سے اس کا کوئی عضو آلۂ شکار سے کٹ کر الگ ہو جائے تو اُس جانور کے ذبح کرنے سے وہ عضو حلال نہیں ہوتا اس لیے اس الگ شدہ عضو کو کھانا شرعاً درست نہیں۔

لما قال العلامة ابو بکر بن علی الحدادالیمنیؒ: (قوله واذا رمی صیداً فقطع عضواً منه اُکل الصید لما بیناه ولا یؤکل العضو) لقوله علیه السلام ما ابین من الحی فهو میت والعضو بهذه الصفة لان المبان منه حی حقیقة لقیام الحیات فیه۔ (الجوهرة النیرة ج۲ ص۲۷۴ کتاب الصید) لہ

دریاؤں میں موجود مچھلیوں کو بیچنا جائز نہیں

سوال:۔ بعض دریاؤں میں مچھلیوں کی کثرت کو دیکھتے ہوئے حکومت ان دریاؤں کو بطور ذریعہ آمدنی استعمال کرتی ہے اور ایسی جگہوں پر اُن لوگوں کو مچھلی کا شکار کرنے کی اجازت دیتی ہے جو حکومت کو ایک خاص رقم ادا کرتے ہیں، عُرف میں اس اجازت کو ٹھیکہ کہا جاتا ہے، کیا شرعاً اس طرح معاملہ طے کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ ملکیت کے لیے جہاں فروخت (بیع) بطور سبب استعمال ہوتا ہے اس میں یہ ضروری ہے کہ جو چیز فروخت کرنی مقصود ہو اس کی تسلیم بائع (فروخت کرنے والے) کے دائرہ اختیار میں ہو اور جہاں کہیں فروخت کی ہوئی چیز سے بائع

لہ قال العلامة اکمل الدین محمد بن محمود البابرتیؒ: قال (وان رمی صیداً اذا قطع بالرمی عضواً من الصید لما بیناه ان الرمی مع الجرح مبیح وقد وجد ولا یؤکل العضو ان امکن حیاته بعد الابانة وان لم یمکن اُکلا۔ (العنایة شرح الهدایة علی هامش فتح القدیر ج ۹ ص۶۱ کتاب الصید)

وَمِثْلُهٗ فی الدر المختار مع رد المحتار ج ۶ ص۴۷۳ کتاب الصید۔

مشتری کے حوالے کرنے سے قاصر ہو تو وہاں پر بائع کا یہ معاملہ ناجائز ہو کر اس کے لیے یہ رقم لینا ناجائز ہے، اس لیے صورتِ مسئولہ میں حکومت کا یہ ٹھیکیداری معاملہ ایک بے بنیاد معاملہ ہے، تاہم اگر ٹھیکیدار محنت کرے اور مچھلی کا شکار کر کے فروخت کرے تو شکار کرنے سے اس کی ملکیت ثابت ہو کر اس کی آمدنی اس کے لیے حلال ہو گی۔

لما قال العلامة برهان الدين المرغيناني رحمه الله: ولا يجوز بيع السمك قبل ان يصطاد لانه باع ما لا يملكه ولا في خطيرة اذا كان لا يؤخذ الا بصيد لانه غير مقدور التسليم۔ (الهداية ج ۳ ص۵۵ كتاب الصيد) [1]

شکاری کتے کے شکار کا حکم

سوال:- ہمارے گاؤں میں لوگ شکار کے لیے کتے پالتے ہیں اور ان کو شکار کی تعلیم دیتے ہیں اور پھر ان سے شکار کھیلتے ہیں۔ تو اگر وہ کتا شکار کو پکڑے اور خود نہ کھائے بلکہ مالک کے پاس لے آئے لیکن وہ شکار راستے ہی میں اس کے منہ میں مر جائے تو کیا اس شکار کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- اسلام نے شکار کی غرض سے کتا پالنے اور اس کے ذریعے شکار کرنے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ اس کو شکار کرنے کی تعلیم دی گئی ہو اور وہ شکار پکڑ کر مالک کے پاس لے آئے لیکن خود اس سے نہ کھائے تو ایسے کتے کا شکار کیا ہوا جانور حلال ہے اگرچہ وہ جانور کتے کے منہ میں ہی ختم ہو جائے لیکن اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ مالک نے شکار پکڑنے کے لئے کتا چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا ہو، بدون اس کے شکار حلال نہیں۔

لقوله تعالىٰ: يَسْئَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ (سورة المائدة آيت ۴)

---

[1] قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: (قوله والسمك قبل الصيد) اى لم يجز بيعه لكونه باع ما لا يملكه فيكون باطلاً اطلقه فشمل ما اذا كان فى خطيرة اذا كان لا يؤخذ الا بصيد لكونه غير مقدور التسليم۔ (البحر الرائق ج ۶ ص۷۳ كتاب الصيد)
ومثله فى فتح القدير ج ۶ ص۴۹ كتاب الصيد۔

چیتے اور شیر کے ذریعے شکار کرنا

سوال:۔ جناب مفتی صاحب! کیا چیتے اور شیر کے ذریعے شکار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقہ حنفی کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب:۔ چونکہ یہ دونوں جانور اپنی درندگی اور خونخواری کی وجہ سے تعلیم کے قابل نہیں ہوتے اس لیے فقہاء نے ان کے ذریعے شکار کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ تاہم اگر یہ دونوں جانور تعلیم یافتہ ہو کر شکار کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ علّت کی بناء پر ان کے شکار کو ناجائز قرار دیا گیا تھا وہ مفقود ہو چکا ہے۔

لما قال العلامة الحصکفیؒ: فلا یجوز الصید بذب واسد لعدم قابلیتهما للتعلیم فانهما لا یعملان للغیر الاسد لعلو همته والذب لخساسته۔

(الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۶ ص ۴۶۳ کتاب الصید)

قال العلامة ابن عابدینؒ: وحاصله البحث فی استثناء الخنزیر والاسد والذب وفی التعلیل لان الشرط فی ظاهر الروایة قبول التعلیم فیحل بکل معلم ولو خنزیر۔ (رد المحتار ج ۶ ص ۴۶۴ کتاب الصید) [1]

شوقیا طور پر شکار کھیلنے کا حکم

سوال:۔ جناب مفتی صاحب! ہمارے گاؤں میں کچھ لوگ بعض موذی جانوروں مثلاً گیدڑ وغیرہ کا شکار شوقیا طور پر کرتے ہیں، اس سے ان لوگوں کا مقصود صرف کھیل تماشا ہوتا ہے، کیا شرعاً ایسا شکار جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ کسی بھی جانور کا شکار اس غرض سے کرنا چاہیئے کہ اس سے کچھ نفع حاصل ہو، صرف کھیل تماشا کے طور پر شکار کرنا جائز نہیں خصوصاً حرام جانور کا شکار جس سے کوئی ظاہراً فائدہ نہ پہنچتا ہو مگر وہ جانور کھیت وغیرہ کو نقصان پہنچاتا ہو تو پھر اُسے مارنا جائز اور رخص ہے۔

لما قال العلامة وهبة الزحیلی: ویکره الصید لهواً لانه عبث لقوله علیه السلام

---

[1] قال العلامة وهبة الزحیلی: واستثنیٰ ابو یوسفؒ من ذٰلك الاسد والذئب لانهما لا یعملان لغیرهما الاسد لعلو همته والذب لخساسته والحق بعضهم الحداٰة لخساستها والخنزیر مستثنیٰ۔ (الفقه الاسلامی وادلته ج ۳ ص ۷۰۴ الفصل الثانی فی الصید)

لا تتخذوا شیئاً فیہ الروح غرضاً ای ھدفاً من قتل عصفوراً عبثاً عج الی الله یوم القیامۃ یقول یا رب ان فلاناً قتلنی عبثاً ولم یقتلنی منفعۃ ۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۳ ص ۶۹۳ الفصل الثانی فی الصید) ؎۱

تجارت کی غرض سے شکار کا حکم

سوال :۔ جناب مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ! ہم چند ساتھی اجتماعی طور پر دریائے سندھ میں مچھلی کا شکار کرتے ہیں اور پھر اُسے فروخت کردیتے ہیں، ایک صاحب کا کہنا ہے کہ شکار صرف کھانے کی حد تک جائز ہے تجارت کے لیے شکار جائز نہیں۔ آنجناب سے گذارش ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں کہ تجارت کی غرض سے شکار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :۔ اگرچہ بعض علماء کے ہاں شکار کو بطور پیشہ اختیار کرنا مکروہ ہے مگر راجح قول یہ ہے کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ کے مطابق تجارت کے لیے شکار کرنا مباح ہے اس میں حرمت کا کوئی شائبہ نہیں۔

لما قال العلامۃ الحصکفیؒ: ھو مباح الا لمحرم فی غیر الحرم او للتلھی کما ھو ظاھر او حرفۃ علی ما فی الاشباہ قال المصنفؒ وانما زدتہ تبعاً لہ والا فالتحقیق عندی اباحۃ اتخاذہ حرفۃ لانہ نوع من الاکتساب وکل انواع الکسب فی الاباحۃ سواء علی المذھب الصحیح۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۶ ص ۶۲۴ کتاب الصید) ؎۲

؎۱ لما قال العلامۃ الحصکفیؒ: ھو مباح بخمسۃ عشر شرطاً...... الا لمحرم فی غیر الحرم او للتلھی کما ھو ظاھر۔ قال العلامۃ ابن عابدینؒ فی مجمع الفتاویٰ: ویکرہ للتلھی۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۶ ص ۶۲۱،۶۲۴ کتاب الصید)

؎۲ قال العلامۃ ابن عابدینؒ: وفی التاتارخانیۃ قال ابو یوسفؒ اذا طلب الصید لھواً ولعباً فلا خیر فیہ واکرھہ وان طلب منہ ما یحتاج الیہ من بیع او ادام او حاجۃ اخری فلا بأس۔
ردّ المحتار ج ۶ ص ۶۲۴ کتاب الصید)

كتاب الاضحية

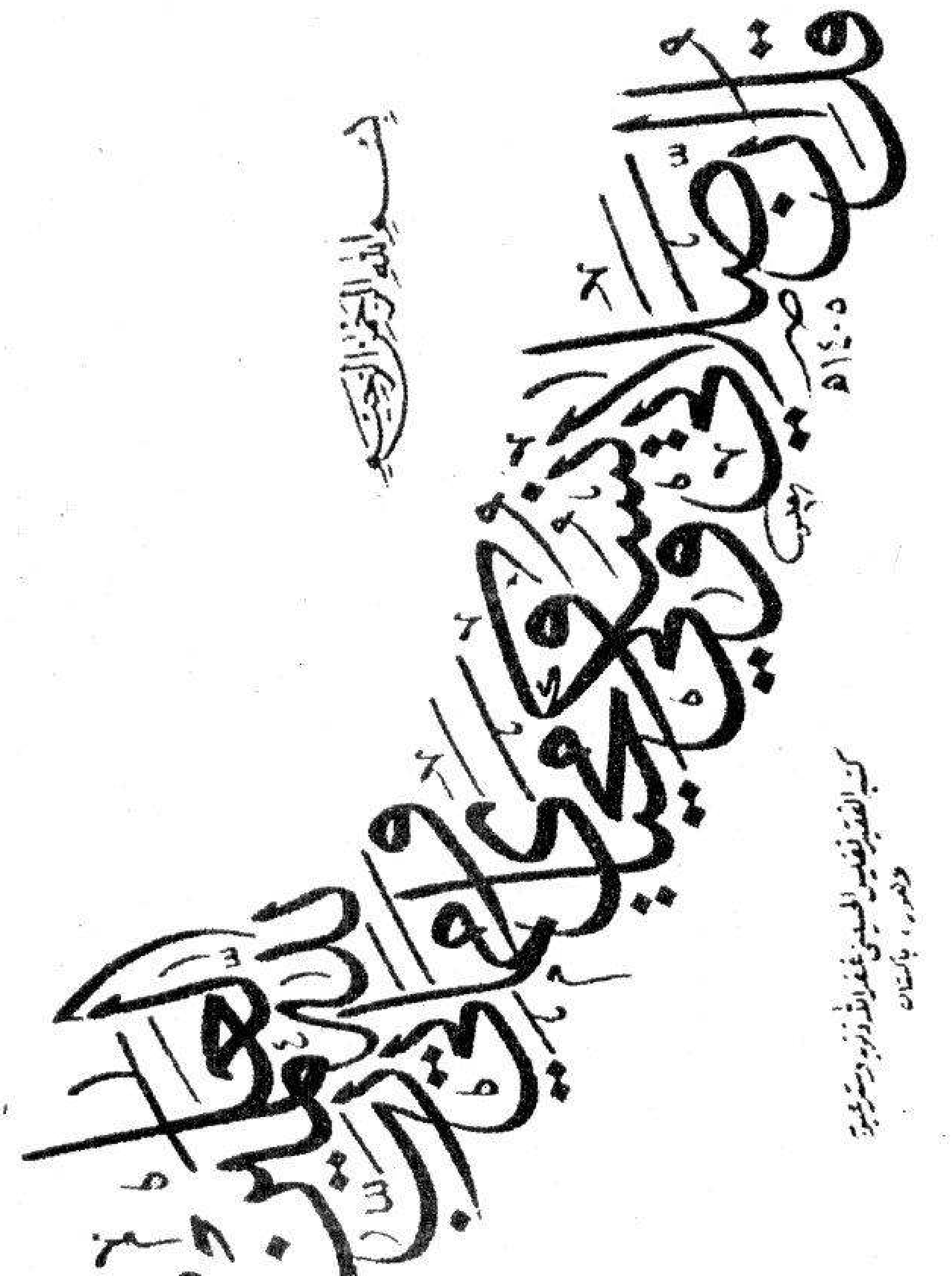

کتاب الاضحیۃ

(قربانی کے احکام ومسائل)

نصابِ قربانی کا معیار

سوال:۔ قربانی کے وجوب کے لیے شریعتِ مطہرہ میں نصاب کے معیار کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ اگر کوئی شخص اپنے حوائجِ اصلیہ اور قرض کے علاوہ ۲/۱-۷ تولے سونا یا ۲/۱-۵۲ تولے چاندی یا اس مقدار سے زائد نقد مالیت کا مالک ہو تو ایسے شخص پر شرعاً قربانی کرنا لازم ہے۔

لما قال العلامۃ طاھر بن عبد الرشید البخاریؒ: قال ابوحنیفۃ الموسر الذی لہٗ مایتا درھم اویساوی مایتی درھم سوی المسکن والخادم والثیاب التی یلبس ومتاع البیت الذی یحتاج الیہ وھٰذا اذا بقی لہٗ الی ان یذبح الاضحیۃ۔

(خلاصۃ الفتاوٰی ج۴ ص۳۰۹ کتاب الاضحیۃ) [1]

قربانی کے ایام کا حکم

سوال:۔ قربانی کتنے دنوں تک کرنا جائز ہے؟ نیز اس میں جلدی کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ قرآن وسنت کی روشنی میں ایام النحر (قربانی کے دن) تین ہیں، یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ متعین دن ہیں، تاہم پہلے دن (۱۰ ذی الحجہ) قربانی کرنا افضل ہے۔

لما ذکر العلامۃ محمود آلوسیؒ فی تفسیرہٖ: وعدتھا ثلاثۃ ایام یوم العید ویومان

---

[1] لما ذکر فی الھندیۃ: (اما شرائط الوجوب) منھا الیسار وھو ما یتعلق بہٖ وجوب صدقۃ الفطر دون ما یتعلق بہ وجوب الزکوٰۃ ..... والموسر فی ظاھر الروایۃ من لہٗ مائتا درھم اوعشرون دینارًا او شئی یبلغ ذٰلک سوی سکنہ ومتاع سکنہ ومرکوبہ وخادمہ فی حاجتہ التی لا یستغنی عنھا۔ (الفتاوٰی الھندیۃ ج۵ ص۲۹۲ کتاب الاضحیۃ۔ الباب الاول فی تفسیرھا)

وَمِثْلُہٗ فی ردالمحتار ج۶ ص۳۱۲ کتاب الاُضحیۃ۔

وبعدہ..... لماروی عن عمرو علی وابن عمر وابن عباسٍ و انسٍ و ابی ھریرۃ رضی اللہ عنھم انھم قالوا ایام النحر ثلاثۃ افضلھا اولھا وقد قالوا سماعًا لأن الرأی لایھتدی الی المقادیر۔ (روح المعانی ج ۷، ص ۱۴۵) [1]

اُضحیۃ (قربانی کے جانور) کی عمر

سوال: شریعتِ مقدسہ میں قربانی کے لیے جانور کی عمر کی کوئی حد مقرر ہے یا نہیں؟

الجواب: شریعتِ مقدسہ نے قربانی کے لیے مختلف اجناس کے حیوانات میں مختلف عمروں کا اعتبار کیا ہے۔ اونٹ میں پانچ سال، گائے بھینس میں دو سال، دنبہ اور بکری میں ایک سال کا تعین کیا ہے تاہم اگر دنبہ موٹا تازہ ہو اور ایک سال کا دکھائی دیتا ہو تو پھر اس میں چھ ماہ کی عمر کے دُنبے کی گنجائش پائی جاتی ہے۔

لما قال العلامۃ برھان الدین المرغینانیؒ: ویجزیٔ من ذلک کلہ الثنی فصاعدًا الا الضان فان الجذع منہ یجزی..... اذا کانت عظیمۃ لو خلط بالثنیان یشتبہ علی الناظر من بعیدٍ والجذع من الضأن ما تمت لہٗ ستۃ اشھر فی مذھب الفقھاء..... والثنی منھا ومن المعز ابن سنۃ ومن البقر ابن سنتین ومن الابل ابن خمس سنین ویدخل فی البقر الجاموس لانہٗ من جنسہ۔ (الھدایۃ ج ۴ ص ۴۴۷ کتاب الاضحیۃ) [2]

[1] قال العلامۃ برھان الدین المرغینانیؒ، وھی جائزۃٌ فی ثلاثۃ ایام یوم النحر ویومان بعدہ لما روی عن عمرو علی وابن عباس رضی اللہ عنھم انھم قالوا ایام النحر ثلٰثۃ افضلھا اولھا۔ (الھدایۃ ج ۴ ص ۴۴۳ کتاب الاضحیۃ) ـــــ قال الحافظ قاسم بن قطلوبغا. قولہٗ روی عن عمرو علی وابن عباس۔ قلتُ روی الطحاوی فی الاحکام اثر علی وابن عباسٍ۔ (منیۃ الالمعی فیما فات من تخریج احادیث الھدایۃ للزیلعی ص ۵۶ کتاب الاضحیۃ)

وَمِثْلُہٗ فی الاختیار لتعلیل المختار ج ۵ ص ۱۹ کتاب الاضحیۃ۔

[2] قال الشیخ ابوبکر بن علی الحداد الیمنیؒ: (قولہٗ یجزی فی ذلک الثنی فصاعدًا الا الضان فان الجذع منہ یجزی) یعنی اذا کان عظیمًا بحیث اذا خلط بالثنایا یشتبہ علی الناظر من بعید فالجذع من الضأن ما تم لہٗ ستۃ اشھر وقیل سبعۃ والثنی منھا ومن المعز ما لہٗ سنۃ وطعن فی الثانیۃ ومن البقر ما لہ سنتان وطعن فی الثالثۃ ومن الابل ما لہ خمس سنین وطعن فی السادسۃ ویدخل فی البقر الجوامیس لانھا من جنسھا۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب الاضحیۃ)

وَمِثْلُہٗ فی بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۵ ص ۷۰ کتاب الاضحیۃ۔

شرکاءِ قربانی کی تعداد | **سوال**:۔ گائے بھینس وغیرہ کی قربانی میں کتنے اشخاص شریک ہوسکتے ہیں؟

الجواب:۔ گائے بھینس کی قربانی میں شرعاً سات حصوں کی حد مقرر ہے اس سے زائد حصوں کی گنجائش نہیں تاہم سات سے کم حصوں میں کوئی حرج نہیں ۔

لما قال العلامة علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانیؒ: ولا یجوز بعیر واحد ولا بقرة واحدة عن اکثر من سبعة ویجوز ذلك عن سبعة او اقل من ذلك ۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۵ ص۷۱ کتاب الاضحیة)[1]

شرکاءِ قربانی کی نیت کا حکم | **سوال**:۔ اگر قربانی کے شرکاء کی نیت قربت کی حیثیت مختلف ہو، مثلاً بعض نے وجوب اور بعض نے نفل کی نیت کی ہو تو کیا اس سے قربانی متاثر ہوگی یا نہیں؟

الجواب:۔ شریعتِ مقدسہ نے قربانی کے جانور (گائے بھینس وغیرہ) میں شراکت کو جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ سب کی نیت حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہو، اگرچہ مختلف انواع کی قربات ہوں، لہٰذا متنفلین و واجبین کی قربانی صحیح ہے ۔

لما قال العلامة ابوبکر بن مسعود الکاسانیؒ: ولو ارادوا القربة الاضحیة او غیرها من القرب اجزاهم سواء کانت القربة واجبة او تطوعاً او وجبت علی البعض دون البعض وسواء اتفقت جهات القربة او اختلفت (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج۵ ص۷۱ کتاب الاضحیة)[2]

---

[1] قال العلامة طاهر بن عبد الرشید البخاریؒ: والتقدیر بالسبع یمنع الزیادة کما لا یمنع النقصان حتی لو کانت الشرکاء فی البدنة او البقرة ثمانیة لم یجزهم ولو کانوا اقل من ثمانیة الا ان نصیب واحد منهم اقل من السبع لا یجوز ایضاً ۔ (خلاصة الفتاوی ج۴ ص۳۱۵ کتاب الاضحیة)

وَمِثْلُهٗ فی الفتاوی الهندیة ج۵ ص۳۰۴ الباب الثامن فیما یتعلق بالشرکة فی الضحایا ۔

[2] قال العلامة محمد الشهیر بالطوریؒ: تجوز عن سبعة بشرط قصد الکل القربة واختلاف الجهات فیما لا یضر کالقرآن والمتعة والاضحیة لاتحاد المقصود وهو القربة ۔ (البحر الرائق ج۸ ص۱۷۷ کتاب الاضحیة)

وَمِثْلُهٗ فی الفتاوی الهندیة ج۵ ص۳۰۴ الباب الثامن فیما یتعلق بالشرکة فی الضحایا ۔

شرکتِ اضطراری میں قربانی کا وجوب

سوال:۔ اگر والد کی وفات کے بعد چند بیٹے اس کے وارث ہوں، جائداد متروکہ کو بحالِ خود رکھ کر جملہ برادران اس سے استفادہ کرتے رہیں لیکن تقسیم کرنے کی نوبت نہ آئی ہو، ہر بھائی کا حصہ نصاب کی مقدار سے زائد ہو، کیا اس صورت میں جملہ برادران ایک قربانی کریں گے یا ہر ایک پر قربانی مستقل طور پر واجب ہوگی؟

الجواب:۔ ایسی حالت میں جبکہ ہر ایک بھائی کا حصہ نصاب کو پہنچتا ہو تو سبب کے متحقق ہونے پر ہر ایک کی ملکیت کا استقلالاً اعتبار ہوگا، ملکیت متحقق ہوتے پر شرکت مانع نہیں، اس لیے ہر ایک پر الگ الگ قربانی واجب ہوگی، مشترکہ طور پر ایک قربانی کرنے سے کسی ایک کا بھی ذمہ فارغ نہیں ہوگا

لما قال الامام ابوالحسین احمد بن محمد البغدادی القدوریؒ: الاضحیة واجبة علی کل حر مسلم موسر فی یوم الاضحٰی یذبح عن نفسہ۔ انتہی

(مختصر القدوری ص۲۷۸ کتاب الاضحیة) ؎۱

قربانی کا جانور خریدنے کے بعد کسی کو شریک کرنا

سوال:۔ قربانی کے لیے جانور خریدنے کے بعد کسی کو اس میں شریک کیا جائے تو کیا اس طرح کرنے سے قربانی پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ قربانی کا جانور خریدنے سے قبل سات افراد تک کی شرکت کرنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ ایک دفعہ چند افراد مل کر قربانی کا جانور خریدیں اور ان میں سے کسی ایک شخص کی قربانی نفلی ہو تو ایسی حالت میں کسی کو بعد ازاں شریک کرنا جائز نہیں البتہ اگر تمام حصہ داروں کی قربانی واجب ہو تو پھر کسی کو شریک کرنے میں کوئی حرج نہیں تاہم بہتر یہ ہے کہ قربانی میں شرکت کا دائرہ قربانی کا جانور خریدنے سے قبل تک محدود رکھا گیا ہو۔

؎۱ قال العلامة ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفیؒ: تجب علی حر مسلم مقیم موسر عن نفسہ۔ انتہی (کنزالدقائق ص۴۲۰ کتاب الاضحیة)

ومثلہٗ فی الھدایة ج۴ ص۴۴۱ کتاب الاضحیة۔

لما قال العلامة برهان الدين المرغيناني ؒ: ولو اشترٰی بقرۃ یرید ان یضحی بها عن نفسه ثم اشرك فیها ستة معه جاز استحسانًا..... والاحسن ان یفعل ذٰلك قبل الشراء لیکون ابعد عن الخلاف۔ (الهدایة ج۴ ص۴۴۳ کتاب الاضحیة)[1]

نابالغ کی قربانی کا حکم

سوال:۔ کیا صاحبِ نصاب نابالغ پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟ اور وجوب کی ادائیگی باپ یا ولی اپنے مال سے کرے گا یا نابالغ کے مال سے کی جائے گی؟

الجواب:۔ صاحبِ نصاب نابالغ پر شرعاً قربانی واجب ہے اور ادائیگیٔ وجوب اس کے مال سے کی جائے گی۔ عہ

لما قال العلامة ابو بکر الکاسانی ؒ: واما البلوغ والعقل فلیسا من شرائط الوجوب فی قول ابی حنیفة ؒ وابی یوسف ؒ ۔۔۔۔ حتی تجب الاضحیة فی مال الصبی والمجنون اذا کان موسرین۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج۵ ص۶۴ کتاب الاضحیة)[1]

میت کے لیے قربانی کا حکم

سوال:۔ کیا میت کی حصہ داری سے دیگر شرکاء کی قربانی پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ قربانی میں میت کی یا حصہ داری کے بعد مرنے والے کی شراکت شرعاً نقصان دہ نہیں، جملہ شرکاء کی قربانی درست اور صحیح ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی ؒ: (وان مات احد السبعة) المشترکین فی البدنة

---

[1] قال العلامة الحصکفی ؒ: (وصح اشتراك ستة فی بدنة شریت لاضحیة) ای ان نوی وقت الشراء الاشتراك صح استحسانًا والا لا (استحسانًا وذا) ای الاشتراك (قبل الشراء احب۔ (الدر المختار علیٰ صدر رد المختار ج۶ ص۳۱۷ کتاب الاضحیة)

ومثله فی الهندیة ج۵ ص۳۰۴ الباب الثامن فیما یتعلق به الشرکة فی الضحایا۔

[2] قال العلامة ابن عابدین ؒ: (وقوله یضحی عن ولده الصغیر من ماله) ای مال الصغیر ومثله المجنون۔ قال فی البدائع اما البلوغ والعقل فلیسا من شرائط الوجوب فی قولهما۔ (رد المحتار ج۶ ص۳۱۶ کتاب الاضحیة)

عہ البتہ اکثر علماء نے نابالغ اور مجنون کے مال پر قربانی کے عدمِ وجوب کو راجح قرار دیا ہے (مرتب)

(وقال الورثة اذبحوا عنه وعنکم صح) عن الکل استحسانًا لقصد القربة من الکل۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۶ ص۳۲۶ کتاب الاضحیة) [۱]

بلا عذرِ شرعی قربانی چھوڑ دینا

سوال: قربانی واجب ہونے کے باوجود بلا عذرِ شرعی چھوڑ دی جائے اور قربانی کے ایام گذر جائیں تو پشیمانی کے احساس کے طور پر کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب: قربانی واجب شرعی ہے بلا عذر ترک کرنا موجب گناہ ہے، تاہم قربانی کے دن گذرنے کے بعد اس کی قیمت ادا کرنا ضروری ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسکی طرف سے قبول کرے، اور اگر کوئی قربانی کو اپنے اوپر خود واجب کرے یا فقیر قربانی کے لیے جانور خریدے تو اس صورت میں زندہ جانور کو صدقہ کر دینا ضروری ہے۔

لما قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمه الله: ولو لم یضح حتی مضت ایام النحر ان کان واجب علی نفسه او کان فقیراً وقد اشتری الاضحیة تصدق بها حیة و ان کان غنیًا تصدق بقیمته شاة اشتری او لم یشتری لانها واجبة علی الغنی وتجب علی الفقیر بالشراء بقیمة۔ (الهدایة ج ۴ ص۴۴۳ کتاب الاضحیة) [۲]

قربانی کے جانور کو تبدیل کرنا

سوال: ایک شخص نے قربانی کے لیے جانور خریدا، بعد ازاں محض اس لالچ کی وجہ سے فروخت کرنا کہ دوسرا کم قیمت والا جانور مل جائے تو کچھ رقم کا فائدہ ہوگا، تو کیا اس صورت میں اُس

---

[۱] قال العلامة علاؤ الدین الکاسانی رحمه الله: اذا اشترك سبعة فی بدنة فمات احدهم قبل الذبح فرضی ورثته ان یذبح عن المیت جاز استحسانًا۔
(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۵ ص۷۲ کتاب الاضحیة)
ومِثلُهٗ فی خلاصة الفتاوی ج ۴ ص۳۱۵ کتاب الاضحیة۔

[۲] قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلی: فان مضت ولم یذبح فان کان فقیراً وقد اشتری تصدق بها حیة وان کان غنیًا تصدق بثمنها اشتراها اولا۔
(الاختیار لتعلیل المختار ج ۵ ص۱۹ کتاب الاضحیة)
ومِثلُهٗ فی الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۶ ص۳۲۰ کتاب الاضحیة۔

خریدے ہوئے جانور کو فروخت کرکے دوسرا جانور خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر قربانی کرنے والا غنی ہو اور اس پر قربانی واجب ہو تو ایسی حالت میں خریدنے سے جانور متعین نہیں ہوتا اس لیے اس حال میں تبدیلی مرخص ہے لیکن اگر قربانی نفلی ہو جو کہ خریدنے سے واجب ہو جاتی ہے پھر اس میں تبدیلی مرخص نہیں، یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں ایسی صورت میں زائد رقم بچے تو اس کا تصدق کیا جائے گا، بلکہ فقہاء نے صورتِ اولیٰ میں بھی زائد رقم کے تصدق کو اولیٰ قرار دیا ہے۔

لما قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاريؒ: وفي الاصل اشترى اضحية ثم باعها جاز في ظاهر الرواية ولو اشترى مثلها وضحى بها ان كانت الثاني مثل الاولى او خيراً منها جاز لا يلزمه شيء آخر، وان كان دون الاولى تصدق بفضل القيمتين۔ (خلاصة الفتاوى ج۴ ص۳۱۹ كتاب الاضحية)[1]

قربانی کے جانور سے انتفاع کا حکم

سوال: کیا قربانی کے جانور سے دودھ لینا یا سواری کیلئے استعمال کرکے انتفاع لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: قربانی کے جانور سے انتفاع لینا شرعاً درست نہیں بلکہ اس کے دودھ کو ٹھنڈے پانی سے خشک کیا جائے گا، تاہم اگر دودھ یا بال وغیرہ اجزاء سے انتفاع لیا جائے تو بعینہٖ اس اجزاء کو یا اس کی قیمت کو فقراء میں تقسیم کرنا ضروری ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدينؒ: (قوله يكره الانتفاع بلبنها) فان كانت التضحية قريبة ينضح ضرعها بالماء البارد لاحلبه وتصدق به۔ (رد المحتار ج۶ ص۳۲۹ كتاب الاضحية)[2]

---

[1] وذكر في الهندية: رجل اشترى شاة للاضحية واوجبها بلسانه ثم اشترى اخرى جاز له بيع الاولى في قول ابي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى وان كانت الثانية شراً من الاولى وذبح الثانية فانه يتصدق بفضل ما بين القيمتين۔ (الفتاوى الهندية ج۵ ص۲۹۴ الباب الثاني في وجوب الاضحية بالنذر)

[2] قال العلامة ابن البزاز الكردريؒ: ويكره حلبها وجز صوفها قبل الذبح وينتفع به فان فعله تصدق به...... وان في ضرعها لبن يخاف عليه تضح ضرعها بالماء البارد او فرجها بالماء البارد اذ قربت ايام النحر وان بعدت يحلبها ويتصدق باللبن وما اصاب من اللبن تصدق بمثله او قيمته وكذا الصوف۔ (الفتاوى البزازية على هامش الهندية ج۶ ص۲۹۴ كتاب الاضحية السادس في الانتفاع)

ومثله في خلاصة الفتاوى ج۴ ص۳۲۱ كتاب الاضحية۔

قربانی کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ

سوال :۔ شریعتِ مقدسہ میں قربانی کے گوشت کو حصہ داروں اور فقراء میں تقسیم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب :۔ شریعتِ مقدسہ نے قربانی کے جانور میں حصہ داروں کو جائز رکھا ہے لہٰذا گوشت کو شرکاء آپس میں ایسے طریقے سے تقسیم کریں جس میں کسی کی حق تلفی کا امکان نہ ہو، تاہم فقراء پر صدقہ کے لیے وزن کرنا ضروری نہیں۔

لما قال العلامہ فخر الدین حسن بن الفرغانیؒ : سبعة ضحوا ببقرة واقتسموا لحمها وزنًا جاز لان بیع اللحم باللحم وزنًا بمثل مثلاً جائز فکذلك القسمة فان اقتسموا جزافًا لا یجوز اعتبارًا بالبیع۔ (الفتاوی قاضی خان علی هامش الهندیة ج۳ ص۳۵۱ فصل فیما یجوز فی الضحایا...الخ) [۱]

قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا

سوال :۔ کیا قربانی کا سارا گوشت خود رکھا جاسکتا ہے یا تین حصوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے؟ اس کی تقسیم کے صحیح طریقہ کی وضاحت فرمائی جائے؟

الجواب :۔ قربانی کا گوشت تین حصوں میں تقسیم کرنا مندوب ہے۔ ایک حصہ فقراء پر تقسیم کیا جائے، دوسرا حصہ عزیز و اقرباء کو کھلایا جائے اور تیسرا حصہ اپنے لیے رکھ لیا جائے، تاہم اگر سارا گوشت صدقہ کر دیا جائے یا اپنے لیے ذخیرہ کر لیا جائے تو بھی مرخص ہے۔

لما قال العلامة ابوبکر الکاسانیؒ : والافضل ان یتصدق بالثلث ویتخذ الثلث ضیافة لاقاربه واصدقائه ویدخر الثلث.....ولو تصدق بالکل جاز ولو حبس الکل لنفسه جاز۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج۵ ص۸۱) [۲]

---

[۱] قال العلامة شمس الدین محمد بن عبد الله التمرتاشیؒ : ویقسم اللحم وزنًا لا جزافًا۔ (تنویر الابصار علی صدر رد المحتار ج۶ ص۳۱۷ کتاب الاضحیة)

ومثله فی الفتاوی البزازیة علی هامش الهندیة ج۶ ص۲۹۰ الباب الرابع فیما یجوز من الاضحیة۔

[۲] قال العلامة ابن عابدینؒ : والافضل ان یتصدق بالثلث ویتخذ الثلث ضیافة لاقاربه واصدقائه ویدخر الثلث ویستحب ان یأکل منها ولو حبس الکل لنفسه جاز لان القربة فی الاراقة والتصدق باللحم تطوع۔ (رد المحتار ج۶ ص۳۲۸ کتاب الاضحیة)

ومثله فی الهندیة ج۵ ص۳۰۰ الباب السادس فیما یستحب من الاضحیة۔

میت کی طرف سے کی گئی قربانی کے گوشت کا حکم

سوال :- کیا میت کی طرف سے کی گئی قربانی کا گوشت خود کھایا جا سکتا ہے یا صدقہ کرنا لازمی ہے ؟

الجواب :- اموات کی طرف سے ذبح شدہ قربانی کے جانور کا گوشت خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا جائز ہے بشرطیکہ قربانی میت کی وصیت سے نہ کی گئی ہو ورنہ وصیت کی صورت میں صدقہ کرنا لازمی ہے ۔

لما قال العلامة قاضی خانؒ : ولو ضحی عن میت من مال نفسه بغیر امر المیت جاز وله ان یتناول منه ولا یلزمه ان یتصدق به لانها لم تصر ملکاً للمیت ..... وان ضحی عن میت من مال المیت بامر المیت یلزمه التصدق بلحمه ولا یتناول منه لان الاضحیة عن المیت ۔ (الفتاوی قاضیخان علی هامش الهندیة ج۳ ص۳۵۲ فصل فیما یجوز فی الاضحیة ما لا یجوز)[1]

نذر کی ہوئی قربانی کے گوشت کا حکم

سوال :- نذر کی ہوئی قربانی کے گوشت کا کیا حکم ہے ؟ کیا قربانی کرنے والا اس میں سے خود کھا سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- نذر کی ہوئی قربانی بھی قربت الی اللہ کا ذریعہ ہے لیکن ناذر اپنی قربانی کا گوشت نذر کی وجہ سے خود نہیں کھا سکتا بلکہ تمام گوشت فقراء میں تقسیم کرنا لازمی ہو گا ۔

لما قال العلامة الحصکفیؒ : ولو فقیراً ولو ذبحها تصدق بلحمها ولو نقصها تصدق بقیمة النقصان ایضاً ولا یأکل الناذر منها فان اکل تصدق بقیمة ما اکل ۔ وفی حاشیة رد المحتار : او فقیراً شراها وان ذبح لا یأکل منها ۔ (رد المحتار ج۶ ص۳۲۱ کتاب الاضحیة)[2]

---

[1] قال العلامة ابن عابدینؒ : من ضحی عن المیت یصنع کما یصنع فی اضحیة نفسه من التصدق والاکل والاجر للمیت والملك للذابح ۔ قال الصدر والمختار انه ان کان بامر المیت لا یأکل منها والا یأکل ۔ (رد المحتار ج۶ ص۳۲۶ کتاب الاضحیة) ـــــ ومثله فی خلاصة الفتاوی ج۴ ص۳۲۲ کتاب الاضحیة ۔

[2] قال العلامة فخر الدین الزیلعیؒ : ان وجبت بالنذر فلیس لصاحبها ان یأکل منها شیئاً ولا ان یطعم غیره من الاغنیاء سواء کان الناذر غنیاً او فقیراً لان سبیلها التصدق ولیس للمتصدق ان یأکل صدقته ولا ان یطعم الاغنیاء ۔ (تبیین الحقائق ج۶ ص۸ کتاب الاضحیة) ومثله فی الهندیة ج۵ ص۳۰۰ الباب الخامس فی محل اقامة الواجب ۔

چرمِ قربانی کا رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنا

سوال :- چرمِ قربانی یا اسکی قیمت مسجد، مدرسہ یا رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- چرمِ قربانی از قبیل تطوعات ہے، اس لیے بعینہٖ کھال کو مسجد، مدرسہ یا رفاہ عامہ کے کاموں یا اغنیاء کو تملیکاً دینا اور استعمال کرنا شرعاً مباح ہے، البتہ کھال کی قیمت کا مصرف صرف فقراء و مساکین ہیں، اس کے علاوہ دیگر امور میں استعمال کرنا ناجائز عمل ہے، تاہم اگر بعینہٖ کھال کسی غنی کو تملیکاً بغیر توکیل و حیلہ کے حوالے کی جائے تو غنی کا اپنی طرف سے کھال کی قیمت مسجد یا مدرسہ اور رفاہِ عامہ کے کاموں میں صرف کرنے سے کوئی قباحت لازم نہیں آتی ۔

لما قال العلامة علاؤ الدين الحصكفيؒ : ويتصدق بجلدها او يعمل منه نحو غربال وجراد وقربة وسفرة ودلو (او يبدله بما ينتفع به باقياً) كما مر (لا بمستهلك كخل ولحم ونحوه كدراهم (فان بيع اللحم والجلد به) بمستهلك (او بدراهم تصدق بثمنه) - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج۶ ص۳۲۸ كتاب الاضحية)[۱]

صاحبِ نصاب کو چرمِ قربانی دینا جائز ہے

سوال : کیا صاحبِ نصاب امام مسجد یا دیگر اشخاص کو چرمِ قربانی دینا یا خود استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- راجح اور مفتیٰ بہ قول کی رُو سے چرمِ قربانی صدقاتِ نافلہ کے زمرے میں ہے، اس لیے بعینہٖ چرمِ قربانی کو خود استعمال کرنا اور اپنی اولاد یا دیگر

---

[۱] لما قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاريؒ : ويجوز الانتفاع بجلد الاضحية والهدى والمتعة والتطوع بان يتخذه فروا او بساطاً او جراباً او غربالاً وله ان يشترى به متاع البيت كالغربال والجراب والخف ولا يشترى به الخل والمرى واللحم ولا بأس ببيعه بالدراهم ليتصدقها وليس له ان يبيعه بالدراهم لينفقها على نفسه ولو فعل ذلك يتصدق بثمنه - (خلاصة الفتاوى ج۴ ص۳۲۱، ص۳۲۲ كتاب الاضحية)

ومثله فى الفتاوى البزازية على هامش الهندية ج۴ ص۲۹۴ - السادس فى الانتفاع كتاب الاضحية -

اغنیاء کو دینا شرعاً درست ہے۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الحصکفیؒ: (ویتصدق بجلدها او یعمل منه نحو غربال وجراب) وقربة سفرة ودلو (او یبدل بما ینتفع به باقیاً)۔

(الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار ج ۶ ص ۳۲۸ کتاب الاضحیة) [۱]

قربانی کا گوشت اُجرت میں دینا جائز نہیں

سوال:۔ اگر قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت اور صاف کرتے وقت کسی شخص سے مدد لی جائے اور پھر اس کو گوشت یا جزء اضحیہ حق الخدمت کے طور پر دیا جائے تو اس سے قربانی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

الجواب:۔ قربانی کی حقیقت محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے (اراقۃ الدم) خون بہانے تک محدود ہے، تاہم ایسے مقدس فعل میں کسی قول یا خودغرضی کا شائبہ ہونا اس کے فلسفہ سے متصادم ہے، اس لیے قربانی کے کسی جزء کو ذاتی مقاصد کے لیے فروخت کرنا یا کسی کو حق الخدمت میں دینا شرعاً جائز نہیں ہے۔

لما قال العلامة شمس الدین محمد بن عبد اللہ التمرتاشیؒ: (ولا یعطی اجر الجزار منها) لانه کبیع۔ (تنویر الابصار علیٰ صدر رد المحتار ج ۶ ص ۳۲۸ کتاب الاضحیة) [۲]

داغدار جانور کی قربانی کا حکم

سوال:۔ داغدار جانور کی قربانی کے بارے میں شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ داغ، دھبہ ایسے عیوب نہیں جو قربانی کرنے سے مانع ہوں، لہٰذا داغدار

---

[۱] لما قال الامام شیخ الاسلام ابوبکر الحدادی الیمنیؒ: (قوله ویتصدق بجلدها) لانها جزء منها (قوله او یعمل منه آلة تستعمل فی البیت) کالنطع والجراب والغربال ولا بأس ان یتخذ فروًا لنفسه۔ (الجوهرة النیرة ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب الاضحیة)

وَمِثْلُهٗ فی البحر الرائق ج ۸ ص ۱۷۸ کتاب الاضحیة۔

[۲] قال العلامة علاؤ الدین ابوبکر الکاسانیؒ: ولا ان یعطی اجر الجزار والذابح منها۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۵ ص ۸۱ کتاب الاضحیة)

وَمِثْلُهٗ فی الاختیار لتعلیل المختار ج ۵ ص ۱۹ کتاب الاضحیة۔

جانور کی قربانی صحیح اور درست ہے۔

لما قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاريؒ: والتي بها كيٌّ والتي لا ينزل لها لبن من غير علة والتي لها ولد يجوز۔ (خلاصة الفتاوى ج۴ ص۳۲۱ کتاب الاضحیة)[1]

نکیل والے جانور کی قربانی کا حکم

سوال:۔ کسی جانور کی ناک میں نکیل (نتھ) ڈالنے سے قربانی پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب: قربانی کے جانور میں کسی عضو کا ثلث سے زیادہ عیب دار ہونا قربانی پر اثر انداز ہوتا ہے، ثلث یا ثلث سے کم قربانی سے مانع نہیں، چونکہ نکیل ڈالنے سے جانور کی ناک میں معمولی سا سوراخ ہو جاتا ہے جس کا قربانی پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا۔

لما قال الامام المجتهد ابو عبد الله محمد بن الحسن الشيبانيؒ: وان قطع من الذنب او الأذن والألية الثلث او اقل اجزاه وان كان اكثر لم يجز۔ (الجامع الصغير کتاب الاضحیة ص۳۸۷)[2]

سینگ کا ٹوٹ جانا مانع قربانی نہیں

سوال:۔ اگر کسی جانور کے سینگ نہ ہوں یا ٹوٹ جائیں تو اس کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب: شریعت مقدسہ نے قربانی کے جانور میں اس عیب کو معیوب قرار دیا ہے جو جانور کے منافع اور خوبصورتی میں رکاوٹ بنتا ہو، چنانچہ سینگ جانور کا ایسا جزء نہیں جس کے نہ ہونے کی وجہ سے جانور کے منافع یا خوبصورتی میں فرق آتا ہو، لہٰذا اس قسم کے جانور کی قربانی میں شرعاً کوئی حرج نہیں بشرطیکہ سینگ دماغ کی ہڈی

---

[1] قال العلامة ابن عابدينؒ: تجوز الضحية بالمجبوب..... والتي لها كيٌّ والتي لا لسان لها في الغنم۔ (رد المحتار ج۶ ص۳۲۵ کتاب الاضحیة)

ومثله في الهندية ج۵ ص۲۹۷ الباب الخامس في محل اقامة الواجب۔

[2] قال العلامة برهان الدين المرغينانيؒ: وان قطع من الذنب او الأذن او العين او الألية الثلث او اقل اجزاه وان كان اكثر لم يجز لان الثلث تنفذ فيه الوصية من غير رضا الورثة فاعتبر قليلاً۔ (الهداية ج۴ ص۴۴۵ کتاب الاضحیة)

ومثله في رد المحتار ج۶ ص۳۲۴ کتاب الاضحیة۔

تک نہ ٹوٹا ہو۔

لما قال العلامۃ ابن عابدینؒ: (قولہ ویضحی بالجماء) ھی التی لا قرن لھا خلقۃ وکذا العظماء التی ذھب قرنھا بانکسار الی المخ لم یجز۔

(رد المحتار ج۶ ص۳۲۳ کتاب الاضحیۃ)[1]

حاملہ جانور کی قربانی کا حکم

سوال:۔ اگر قربانی کے لیے خریدا گیا جانور (گائے، بکری وغیرہ) حاملہ نکل آئے تو کیا اس کی قربانی جائز ہے یا اس کو تبدیل کیا جائے گا؟

الجواب:۔ شریعت مطہرہ میں عیب دار جانور کی قربانی صحیح نہیں لیکن حمل کوئی ایسا عیب نہیں جو قربانی سے مانع بنے، تاہم چونکہ اس میں بلاضرورت ایک دوسری جان کا ضیاع ہے اس لیے حاملہ کی قربانی کراہت سے خالی نہیں۔

لما قال العلامۃ جلال الدین الخوارزمیؒ: رجلٌ لہٗ شاۃٌ حاملٌ فاراد ذبحھا تقارب الولادۃ یکرہ ذبحھا لان فیہ تضییعاً لما فی بطنھا من غیر فائدۃ۔

(الکفایۃ شرح الھدایۃ فی ذیل فتح القدیر ج۸ ص۴۲۱ کتاب الاضحیۃ)[2]

خنثیٰ مشکل جانور کی قربانی کا مسئلہ

سوال:۔ جناب مفتی صاحب! خنثیٰ مشکل جانور کی قربانی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ جس جانور کے نر یا مادہ ہونے کی تمیز مشکل ہو اور دونوں کی علامات موجود ہوں تو چونکہ ایسے جانور کے گوشت کے اچھے اثرات مرتب نہیں ہوتے اس لیے

---

[1] قال العلامۃ ابو بکر الکاسانی رحمہ اللہ:۔ وتجزی الجماء وھی التی لا قرن لھا خلقۃ وکذا مکسورۃ القرن ...... فان بلغ الکسر المشاش لا تجزیہ المشاش رؤس العظام۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج۵ ص۷۶ کتاب الاضحیۃ)
وَمِثْلُہٗ فی الھدایۃ ج۴ ص۴۴۶ کتاب الاضحیۃ۔

[2] قال العلامۃ المحقق محمد الشھیر بالطوریؒ: ویکرہ ذبح الشاۃ اذا تقارب ولادتھا لانہٗ یضیع ما فی بطنھا۔ (البحر الرائق ج۸ ص۱۷۱ کتاب الاضحیۃ)
وَمِثْلُہٗ فی ردّ المحتار ج۶ ص۳۰۴ کتاب الذبائح۔

ایسے جانور کی قربانی درست نہیں۔

قال العلامة علاؤ الدین الحصکفیؒ: ولا بالخنثی لان لحمها لاینضج۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۶ ص ۳۲۵ کتاب الاضحیة) [۱]

خصی جانور کی قربانی کا حکم

سوال: شریعت مقدسہ میں خصی جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جانور کے اخصاء سے اس کے گوشت پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس لیے خصی جانور کی قربانی نہ صرف جائز ہے بلکہ فقہاء نے مستحب کہا ہے۔

لما قال العلامة ابوبکر بن علی الحداد الیمنیؒ: قوله یجوز ان یضحی.... والخصی لانه اطیب لحما من غیر الخصی۔ قال ابوحنیفةؒ ما زاد فی لحمه انفع مما ذهب من خصیتیه۔ (الجوهرة النیرة ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب الاضحیة) [۲]

قربانی کیلئے جانور خرید کر موٹا کرنا

سوال: اگر کوئی شخص دس ذی الحجہ سے دو تین ماہ قبل قربانی کے لیے جانور خریدے اور پھر اس کو خوب کھلا پلا کر موٹا تازہ کرے تو کیا اس شخص کو اس عمل کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب: قربانی کے لیے پہلے سے جانور خریدنا اور پھر اس کو خوب کھلا پلا کر موٹا تازہ کرنا مستحب اور باعثِ اجر و ثواب عمل ہے۔

لما قال العلامة ظفر احمد العثمانیؒ: (الجواب) قربانی کا جانور پہلے سے خریدنا اور اس کو موٹا تازہ کرنا مستحب ہے۔ الخ (امداد الاحکام جلد ۴ ص ۱۹۰، کتاب الصید والذبائح والاضحیة)

---

[۱] لما ذکر فی الهندیة: لا تجوز التضحیة بالشاة الخنثی لان لحمها لاینضج۔ (الفتاوی الهندیة ج ۵ ص ۲۹۹ الباب الخامس فی محل اقامة الواجب)

[۲] لما ورد فی الحدیث: عن جابر بن عبد الله قال ذبح النبی صلی الله علیه وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین۔ (سنن ابی داود ج ۲ ص ۳۸۲ کتاب الاضحیة)

ومثله فی بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۵ ص ۸۰ کتاب الاضحیة۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قربانی کرنا

سوال:۔ اگر کوئی شخص پیارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کرے تو یہ قربانی ہو جائے گی یا نہیں اور اس میں ثواب ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ درست ہے اور اس میں ثواب بھی ہوتا ہے اور اس کے گوشت کا حکم اپنی قربانی کے گوشت جیسا ہے۔ (فتاوٰی رشیدیہ ص۵۸۹ کتاب قربانی اور عقیقہ کے مسائل)

قربانی کے جانور کے دانت دیکھنا

سوال:۔ ہمارے علاقے کے اکثر لوگ قربانی کا جانور خریدتے وقت اس کے دانت ضرور دیکھتے ہیں اگر کسی جانور کے سامنے والے دو دانت نہ نکلے ہوں تو اس کو قربانی کے لیے نہیں خریدتے چاہے اس جانور کی عمر پوری ہی کیوں نہ ہو۔ تو کیا قربانی کرنے کے لیے جانور کے سامنے کے دو دانتوں کا نکل آنا ضروری ہے یا نہیں؟ وضاحت سے اس مسئلے کو بیان فرمایا جائے۔

الجواب:۔ علماء احناف کے نزدیک قربانی کے لیے جو جانور متعین کیا جائے اس کی عمر کا خیال رکھنا ضروری ہے دانتوں کا کوئی اعتبار نہیں، اس لیے اگر کسی جانور کی عمر پوری ہو تو اس کی قربانی بلا شک وشبہ جائز ہے چاہے اس کے دانت نکلے ہوں یا نہ نکلے ہوں، چونکہ اس عمر میں عموماً جانوروں کے دانت نکل آتے ہیں اس لیے بطور علامت دیکھے جاتے ہیں۔ ویسے آجکل دھوکہ دہی کا عام رواج ہے، لوگ چند پیسوں کی خاطر کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے کم عمر جانور کی عمر پوری بتاتے ہیں اس لیے دانتوں کا دیکھنا مناسب ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي رحمه الله: وصح الجذع ذو ستة اشهر من الضأن ان كان بحيث لو خلط بالثنايا لا يمكن التميز من بعد وصح الثني فصاعداً من الثلاثة والثني هو ابن خمس من الابل وحولين من البقر والجاموس وحول من الشاة۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج۶ ص۳۲۱،۳۲۲ كتاب الاضحية) [1]

---

[1] لما قال الشيخ المفتي عبد الرحيم: عمر پوری ہونی ضروری ہے، دانت کی علامت ہو یا نہ ہو۔ (فتاوٰی رحیمیہ جلد۳ ص۱۸۷ کتاب الاضحیہ)

عورت کے حقِ مہر پر قربانی کا حکم

سوال:۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو حق مہر میں ۔ا تولہ سونا بشکل زیورات دیا ہے، اس کے علاوہ عورت کے کے پاس کوئی نقدی وغیرہ نہیں، تو کیا یہ عورت قربانی کرے گی یا نہیں؟ جبکہ اس کا شوہر اب اتنا مالدار نہیں رہا کہ وہ خود قربانی کر سکے ؟

الجواب:۔ جب کسی کے پاس ۷½ تولہ سونا موجود ہو چاہے وہ زیور کی شکل میں ہو یا اینٹ کی شکل میں اور اس پر کوئی قرضہ وغیرہ نہ ہو تو یہ شخص صاحبِ نصاب ہے اس کے ذمے قربانی کرنا لازم ہے۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں عورت کے ذمے قربانی کرنا واجب ہے وہ ہر صورت میں قربانی کرے گی، موصوفہ کی ذمہ داری اس کے شوہر پہ لاگو نہ ہوگی۔

لما قال العلامة الحصکفیؒ: وشرائطها: الاسلام والاقامة والیسار الذی یتعلق به وجوب صدقة الفطر کما مر۔ (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار ج۶ ص۳۱۲ کتاب الاضحیة) [1]

گذشتہ سالوں کی قربانی کا حکم

سوال:۔ اگر کسی شخص سے گذشتہ کئی سالوں کی قربانی رہ گئی ہو اور وہ اس کی قضاء کرنا چاہے تو شرعاً اس کا کیا طریقہ ہوگا کہ اس کا ذمہ فارغ ہو جائے ؟

الجواب:۔ گذشتہ سالوں کی رہ جانے والی قربانی کی قضاء کا طریقہ یہ ہے کہ جتنے سالوں کی قربانی رہ گئی ہو تو ہر سال کی قربانی کے بدلے اس کی قیمت فقراء و مساکین میں صدقہ کردے اور اللہ تعالیٰ سے اس گناہ کی مغفرت بھی مانگے۔

لما قال العلامة الحصکفیؒ: وتصدق بقیمتها غنی شراها اولا لتعلقها بذمته بشرائها اولا فالمراد بالقیمة قیمة شاة تجزی فیها۔ (الدر المختار علیٰ صدر المحتار ج۶ ص۳۲۱ کتاب الاضحیة) [2]

---

[1] لما قال العلامة مفتی عبدالرحیمؒ: جب عورتیں صاحبِ نصاب ہیں تو اُن پر قربانی کرنا واجب ہے کہ اپنے پیسے سے قربانی کریں خود کے پاس رقم نہ ہو تو شوہر کے پاس سے لے کر قربانی کریں، یا شوہر عورتوں سے اجازت لیکر ان کی طرف سے قربانی کریں تو واجب قربانی ادا ہو جائے گی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۲ ص۱۸۰ کتاب الاضحیہ)

لما قال العلامة وهبة الزحیلی: ولو ترکت التضحیة حتی مضی وقتها..... واما الغنی اذا لم یشتر الاضحیة فیتصدق بقیمة شاة علی الصحیح۔ (الفقه الاسلامی وادلته، ج ص۶۰۲ کتاب الاضحیة۔ المبحث الثالث، وقت التضحیة)

قربانی کی بجائے قیمت

ہمارے ملک اور بعض اسلامی ممالک میں دین کی روح سے نابلد ایسے روشن خیال اور تجدد زدہ افراد کی کمی نہیں جو آئے دن اپنی تحقیق و اجتہاد کی چھری اسلامی شعائر اور قطعی و متواتر احکام و عبادات پر چلانا چاہتے ہیں۔ ہمارے ہاں بھی عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر ایسے شوشے شوشے چھوڑ دیئے جاتے ہیں کہ قربانی کرنا جانوروں کی ضیاع ہے۔ اس سے قومی سرمایہ ضائع ہوتا ہے۔ اور بجائے قربانی کے اس کی قیمت کو رفاہی کاموں میں لگانا چاہیئے۔ علماء اسلام نے تفصیل سے ایسے شبہات اور وسوسہ اندازیوں کے معقول جوابات دیئے ہیں۔ اس دفعہ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے اجلاس ۱۳۹۶ھ کے نوٹس میں الجزائری اخبار الشعب مجریہ جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ میں شائع شدہ ایک الجزائری فتویٰ لایا گیا ہے جس میں حج کے موقعہ پر قربانی کی بجائے اس کی نقد قیمت تقسیم کرنے کا کہا گیا تھا۔ رابطہ کی مجلس تاسیسی نے تفصیلی دلائل کے ساتھ ایک فتویٰ میں اس نظریہ کو غیر اسلامی قرار دیا کہ قرآن و سنت کے واضح نصوص نبی کریم علیہ السلام کے عمل، قولی و فعلی ہدایات اور عہدِ نبوت سے لے کر اب تک صحابہ کرامؓ اور امتِ مسلمہ کے تعامل سے ثابت شدہ مسائل و عبادات میں کسی رائے زنی کی گنجائش نہیں، تقرب الی اللہ خود ساختہ طریقوں سے لاکھوں کروڑوں روپیہ خرچ کرنے سے نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے بتلائے ہوئے طریقوں پر چلنے میں ہے کسی کام کے اقتصادی اور معاشی مصالح کے پہلو تب تلاش کئے جا سکتے ہیں جہاں امت کے اجماعی فیصلوں اور نصوص قطعی پر زد نہ پڑے اس لئے استدلال ذبائح بالثمن جیسے لایعنی مباحث کا دروازہ کھولنا ابتداع اور مداخلت فی الدین کے سوا کچھ بھی نہیں۔

مذکورہ ہر سہ قراردادوں میں اسلامی نقطہ نظر اور جمہور اہلسنت کے عقائد کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے اس لئے ایسی قراردادیں عالم اسلام کے راسخ العقیدہ مسلمانوں کے اطمینانِ قلب و زیادتِ ایمان کا باعث ہیں۔ دوسری طرف مغرب سے متاثر خام اذہان کو بھی تنبیہ ہو جاتی ہے۔ کہ ایسے مسائل میں عالم اسلام کی اکثریت کسی بھی ملحدانہ خیالات کی روادار نہیں۔

عقیقہ کی مشروعیّت کا فلسفہ

سوال :- جناب مفتی صاحب! عقیقہ کی مشروعیّت کا کیا فلسفہ ہے، اسلام نے اس کا کیوں حکم دیا ہے؟ تفصیلاً وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں؟

الجواب :- احکام شرعیہ کی مشروعیت میں بعض حکمتیں پنہاں ہوتی ہیں، عقیقہ کی مشروعیت اور ساتویں دن کی رعایت کی بعض حکمتیں علماء نے بیان کی ہیں، نفس مشروعیت کی حکمتوں اور فلسفوں کی طرف فیلسوفِ اسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ :-

وکان فیها مصالح کثیرة راجعة الی المصلحة الملیة والمدنیة والنفسیة فابقاها النبی ﷺ وعمل بها ورغب الناس فیها۔ (حجة الله البالغة ج۲ ص۲۱۲)

(ترجمہ "عقیقہ میں بہت سی مصلحتیں تھیں جن کا تعلق مصالح نفسیہ مدنیہ اور ملیہ سے تھا، ان مصالح کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس کو باقی رکھا، خود بھی اس پر عمل کیا اور لوگوں کو بھی اس کی رغبت دلائی۔")

عقیقہ کے فوائد سے متعلق حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

(۱)۔ ایک فائدہ تو یہ ہے کہ معاشرہ میں بچے کا اپنے سے نسب کا متعارف کرانا ایک ضروری امر ہے تاکہ معاشرہ والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ بچہ فلاں شخص کا بیٹا ہے اور کوئی شخص اسکے متعلق ناپسندیدہ بات نہ کہہ سکے، اس کے تعارف کے لیے ایک صورت یہ بھی تھی کہ یہ شخص خود گلی کوچوں میں پکارتا پھرے کہ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے، ظاہر ہے کہ یہ بات ناگوار تھی، اس لیے جب لوگوں کو عقیقہ پر بلایا جائے یا ان کے پاس گوشت بھیجا جائے تو اس کی وجہ سے لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ اس شخص کے ہاں بچہ یا بچی پیدا ہوئی ہے۔

(۲)۔ عقیقہ کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان میں سخاوت کا مادہ پیدا ہوتا ہے، بخل اور کنجوسی جیسی مذموم صفت سے بچنے کی ایک تدبیر ہے جو انسان کی خوبی شمار ہوتی ہے۔

عقیقہ کے مذہبی اور ملی فائدہ

عقیقہ کے مذہبی اور ملی فوائد میں سے ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ اس میں ملتِ ابراہیمی سے تعلق کا مظاہرہ ہوتا ہے، کیونکہ عیسائیوں کے ہاں بچہ پیدا ہونے پر زرد رنگ کے پانی میں اس کو رنگ دیا جاتا ہے جس کو یہ لوگ "معمودیہ (بپتسمہ)" کہتے ہیں اور اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ٥ (سورۃ البقرۃ آیت ۔)

(ترجمہ "ہم نے اللہ کا رنگ قبول کیا ہے اور اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہو سکتا ہے اور ہم تو اسی اللہ کے پرستار ہیں۔")

اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی نسبت ملتِ ابراہیمی سے واضح کریں، مسلمانوں کے عام معاشرتی افعال میں ایسے طریقے ہونے چاہئیں جس سے ملتِ ابراہیمیؑ کا تعلق معلوم ہوتا ہو، ملتِ ابراہیمی میں یہ متعارف تھا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی جگہ ایک دُنبہ ذبح کیا تھا۔

علاوہ ازیں مشہور افعال میں سے حج بھی ہے جس میں ذبح کرنا اور بال منڈوانا بھی ہے۔

تو عقیقہ کرنے سے ملتِ ابراہیمی کے ان متعارف افعال اور امور سے نسبت پیدا ہوتی ہے اس لیے مذہبی تعلق کے مظاہرہ کے لیے ایک عظیم صورت ہے۔ ایک اور اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ اس میں تابعداری اور انقیاد کا ایک نمونہ ہے، کیونکہ بچے کی پیدائش پر اس عقیقہ سے ایسا ہی ہوا جیسا کہ اس نے اپنا یہ بیٹا ہی اس کے دربار میں پیش کیا جو اتباع اور فرمانبرداری کی معراج ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۲۱/۱۳۲)

عقیقہ کرنے میں ایک نکتہ اور راز یہ بھی ہے کہ انسان کو اپنا بچہ بڑا پیارا ہوتا ہے، بچے کی پیدائش پر والدین کو بہت ہی خوشی ہوتی ہے اور مستقبل کی امیدوں کی سوچ و فکر سے گھر کا ہر فرد خوشی کی وجہ سے اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتا، ہر ایک کا دل فرحت و سرور سے لبریز ہوتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ بطور تشکر کچھ تصدق ہو اور تصدق کی بہترین صورت یہ قربانی یعنی عقیقہ ہے۔

(الذبائح فی الشریعۃ الاسلامیۃ ص ۲۸۳ المبحث الثالث مشکلۃ اللحوم۔۔۔ الخ)

عقیقہ کے فوائد میں سے اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ عقیقہ کا گوشت فقراء اور مساکین، دوستوں اور رشتہ داروں کو پیٹ بھر کر کھلانے سے طبعی طور پر ان کے دلوں سے دُعائیں نکلیں گی جس سے بچہ کا مستقبل روشن ہوگا، عقیقہ فقراء اور مساکین، دوست و احباب کی دعاؤں کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

تسبیع کی رعایت کا فلسفہ | یہ بات ثابت ہے کہ عقیقہ میں بہتر یہ ہے کہ یہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں: "اگر بچہ کی پیدائش کے وقت یہ ضروری قرار دیا جائے تو ممکن ہے کہ اس سے بچے کے والدین کو تکلیف ہو، کیونکہ اس وقت ایک تو گھر کے لوگ بچہ اور اس کی ماں کی خبر گیری میں مصروف اور مشغول ہوتے ہیں، ایسے وقت میں ان کو عقیقہ کا حکم کرنا ان کے لیے کہیں تکلیف کا باعث نہ بنے، علاوہ ازیں ایسے اوقات میں کبھی کبھار جانور ملنے میں بھی دشواری ہوتی ہے، تو لزوم کی صورت میں پورا گھرانہ ان تمام مشکلات سے دوچار ہوگا، اس لیے مسنون یہ رہا کہ عقیقہ ساتویں دن ہو جس کے لیے ایک ہفتہ قابلِ اعتماد مدت ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۱۴)

عقیقہ کے لیے جانور متعین کرنے کا حکم

سوال :۔ اگر کوئی شخص عقیقہ کے لیے کوئی جانور متعین کر دے مگر زیادہ پیسے ملنے کے لالچ یا کسی اور فائدہ کی غرض سے وہ شخص اسے فروخت کر کے کوئی دوسرا جانور ذبح کر دے تو کیا اس سے عقیقہ کی سنت ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :۔ عقیقہ چونکہ شرعاً واجب نہیں اس لیے اگر کسی شخص نے عقیقہ کیلئے کوئی جانور متعین کیا لیکن بعد میں اس نے کسی وجہ سے دوسرا جانور ذبح کیا تو اس سے عقیقہ کی سنت ادا ہو گئی، متعین کردہ جانور ذبح کرنا ضروری نہیں۔

مُردہ بچے کے عقیقہ کا حکم

سوال :۔ اگر کوئی بچہ پیدا ہونے کے فوراً بعد فوت ہو جائے تو کیا اس بچے کا عقیقہ کرنا مستحب ہے یا نہیں؟

الجواب :۔ بچے کی پیدائش پر عقیقہ کرنا مستحب ہے لیکن یہ استحباب صرف زندہ بچے تک محدود ہے مُردہ بچے کے عقیقہ کا استحباب ثابت نہیں۔

لما قال الشیخ المفتی عبد الرحیمؒ : مرحوم بچہ کے عقیقہ کا مستحب ہونا ثابت نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۲ ص۹۴ کتاب الاضحیہ)

بچے کا عقیقہ کس پر ہے

سوال :۔ بچے کا عقیقہ کرنا والدین میں سے کس کے ذمے لازم ہے؟

الجواب :۔ بچے کا نان ونفقہ والدین میں سے جس کے ذمے واجب ہو تو استطاعت ہونے کی صورت میں بچے کا عقیقہ کرنا بھی اُسی پر لازم ہے، استطاعت نہ ہونے کی صورت میں کسی کے ذمے لازم نہیں۔

لما قال الشیخ المفتی عبد الرحیم : جس کے ذمے بچہ کا نفقہ واجب ہے اسی کے ذمہ عقیقہ بھی ہے، باپ کی حیثیت نہ ہو تو ماں عقیقہ کرے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۲ ص۹۴ کتاب الاضحیہ)

قربانی اور مسائل عید قربان

> دارالعلوم حقانیہ کے دارالافتاء سے ماہنامہ الحق میں افادۂ عام کے لیے "قربانی اور مسائل عید قربان" کے عنوان سے یہ مضمون شائع ہوا تھا۔ فتاویٰ اور مسائل کی مناسبت سے یہاں درج کیا جاتا ہے ـــــ مرتب ـــــ

قربانی اور قرآن

قربانی اسلام کی عظیم الشان عبادت ہے، اس کا اندازہ اس سے لگتا ہے کہ قرآن مجید میں کئی مرتبہ (آٹھ سورتوں میں) خداوند کریم نے قربانی اور متعلقات قربانی، اس کی اہمیت اور حکمت و فلسفہ، مختلف امتوں میں اس شکل و صورت پر روشنی ڈالی ہے، اور امت مسلمہ ملت ابراہیمی کے لیے اسے دینی شعار اور امتیازی نشان قرار دیا ہے، ارشاد خداوندی ہے:۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (سورۃ الحج ۳۴)

(ترجمہ) "اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی مقرر کی تاکہ وہ اللہ کے دیئے گئے مویشیوں پر اس کا نام بلند کریں"

جیسا کہ خود آیت کریمہ سے واضح ہے، یہاں منسک سے مراد ذبح کرنا (قربانی دینا) ہے، محققین اور تمام اکابر مفسرین نے اس کی تصریح کی ہے۔ (قرطبی مراح للنووی۔ فتح القدیر للشوکانیؒ وغیرہ)

قربانی کی حکمت اور فوائد کے بارہ میں ارشاد ربانی ہے:۔

لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ (سورۃ الحج آیت ۳۷)

(ترجمہ) "اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانی کا گوشت پوست اور خون نہیں پہنچتا مگر اس کے ہاں تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔"

سورۃ الکوثر میں واضح اور قطعی حکم ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۔ (سورۃ الکوثر ۲)۔ (ترجمہ) "پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو"

قربانی اور حدیث

(۱) عن ابن عمرؓ قال اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ عشر سنین یضحی۔ (جامع الترمذی ج ۱ ص ۲۷۷ ابواب الاضاحی)

(ترجمہ) "حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس برس تک مدینہ منورہ میں رہے اور برابر قربانی کرتے رہے۔"

(۲) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ عید قربان کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں اونٹ یا کسی دوسرے جانور کی قربانی کرتے۔ (مسند احمد و نسائی) ۱

(۳) حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں گندم گوں رنگ کے دو مینڈھے قربان کیے۔ (بخاری نیز کتاب اختلاف الحدیث للشافعی علی الام ج۷ ص۲۸) ۲

(۴) بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہراتؓ کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔ ۳

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر صاحب وسعت پر سال بھر میں ایک قربانی واجب ہے۔ (ابن ماجہ ص۲۲۳) ۴

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے استطاعت کے باوجود قربانی نہ دی وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ ۵

(۷) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم کی سنت ہے۔ (مشکوٰۃ) ۶

(۸) اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ عید قربان کے دن ابن آدم کا کوئی عمل قربانی سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں، قیامت کے دن قربانی کے جانور کے سینگ، بال، سم تک اعمالِ حسنہ کو بھاری کر دیں گے، اس کے خون کے قطرے زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جاتے ہیں۔ تو طیبِ نفس (دل کی خوشی) سے قربانی کرتے رہو۔ (ترمذی، ابن ماجہ) ۷

(۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے ہر بال کے بدلے تمہارے لیے نیکی ہے۔ (سنن ابن ماجہ) ۸

سبحان اللہ! کیا ٹھکانہ ہے رحمتِ خداوندی کا کہ اتنی بڑی دولت میسر ہو اور پھر بھی مسلمان کوتاہی کرے، مومن کی شان تو یہ ہے کہ قربانی اگر اس پر واجب نہ بھی ہو تب بھی ثواب اور نیکیوں کا یہ خزانہ ہاتھ سے نہ جانے دے۔

شرائط وجوبِ قربانی

قربانی واجب ہونے کی شرائط یہ ہیں:۔

(۱) اسلام (غیر مسلم پر واجب نہیں) (۲) اقامت (مسافر پر واجب نہیں) (۳) حریت یعنی آزاد ہونا۔ (غلام پر واجب نہیں) اس کے لیے مرد ہونا شرط نہیں عورتوں پر بھی واجب ہے، نابالغ پر نہ خود واجب ہے نہ اس کی طرف سے اس کے ولی پر واجب ہے۔ کما فی ظاھر

الروایۃ وبہ الفتویٰ۔ [9] (۴) تونگری یعنی جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو اس پر عید کے دن صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہے چاہے وہ مالِ تجارت ہو یا نہ ہو اور چاہے اس پر پورا سال گذر چکا ہو یا نہ گذرا ہو۔ (بہشتی زیور) [10]

قربانی کے جانور اونٹ، گائے، بکری کی تمام انواع (نر، مادہ، خصی، غیر خصی) کی قربانی ہو سکتی ہے بھینس گائے میں شمار ہے اور بھیڑ یا دنبہ بکری میں۔ گائے، بھینس، اونٹ ان سب میں سات آدمی بھی شریک کر سکتے ہیں جبکہ کسی کا ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ اگر کسی گائے یا اونٹ میں سات یا اس سے کم آدمی شریک ہوئے تو سب کی قربانی درست ہے اور اگر آٹھ یا زیادہ ہوئے تو سب کی قربانی نہ ہوگی [11]

جانور کی عمر اونٹ پانچ سال کا، گائے بھینس دو سال کی، بکری ایک سال کی، اس سے کم عمر کی قربانی جائز نہیں، ہاں اگر دنبہ یا بھیڑ اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو چھ مہینے کی عمر والے کی بھی قربانی درست ہے [12]

کانے اور اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ اگر ایک کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا یا دُم تہائی یا اس سے زیادہ کٹ گئی (یہ پیدائشی نہ ہوں) تو قربانی درست نہیں۔ اتنا لاغر جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو یا ایسا لنگڑا جو تین پاؤں سے چل سکتا ہے، چوتھا پاؤں رکھ نہیں سکتا یا اس سے چل نہیں سکتا اس کی قربانی درست نہیں۔ جس کے سارے یا آدھے سے زیادہ دانت نہ ہوں اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں یا ٹوٹ گئے ہوں مگر جڑیں سالم نہ ہوں یا خصی ہو اس کی قربانی درست ہے [13]

خنثیٰ جانور جس میں نر و مادہ دونوں کی علامتیں ہوں اور جلاّلہ جو صرف غلیظ چیزیں کھاتا ہو یا جس کی ٹانگ کٹی ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اور اگر جانور خریدنے کے بعد ایسا کوئی عیب پیدا ہو تو اس کے بدلے میں دوسرا جانور خریدے۔ ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی واجب نہ ہو تو اس کے واسطے درست ہے کہ وہی قربانی کر دے [14]

قربانی کے اوقات (۱) قربانی کا وقت بقر عید یعنی دس ذی الحجہ کی طلوعِ صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے۔ پہلا دن دس ذی الحجہ سب سے افضل ہے، پھر گیارہ ذی الحجہ پھر بارہ ذی الحجہ کا درجہ ہے [15]

(۲) بقر عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں، ہاں دیہات یا قصبوں والے جہاں

نمازِ عید نہ ہوتی ہو نمازِ فجر کے بعد قربانی کر سکتے ہیں [16]

(۳) رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں، شاید اندھیرے میں کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی درست نہ ہو [17]

(۴) اگر بارہویں کے غروبِ آفتاب سے پہلے مقیم ہوا یا تونگر ہوا تو قربانی کرنا واجب ہے [18]

(۵) قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا اولیٰ ہے ورنہ کسی اور سے بھی کرانا جائز ہے [19]

(۶) قربانی کے جانور کو قبلہ رخ لٹا کر پہلے یہ دعا پڑھے: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ۔ پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے: اللّٰھم تقبلہ منی کما تقبلت من حبیبک محمد و خلیلک ابراھیم علیھم السلام [20]

(۷) زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں، دل کا ارادہ بھی کافی ہے [21]

(۸) اگر قربانی واجب ہو اور قربانی کے دن بغیر قربانی کیے گذر جائیں تو بعد میں بھیڑ یا بکری کی قیمت دیدی جائے اور اگر جانور خرید لیا گیا ہو تو بعینہٖ وہی خیرات کر دیا جائے [22]

گوشت اور کھال کا حکم

(۱) قربانی دینے والا قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور اپنے خویش و اقارب، غنی و فقراء سب کو دے سکتا ہے، بہتر یہ ہے کہ کم از کم تہائی حصہ خیرات کر دے، اس سے کمی نہ کرے [23]

(۲) اگر سات آدمی قربانی میں شریک ہوں تو گوشت اندازے سے نہ بانٹیں بلکہ صحیح تول کر تقسیم کریں ورنہ گناہ ہوگا [24]

(۳) قربانی کی کھال یا اس کی قیمت خیرات کر دیں اور ان لوگوں کو دیں جو زکوٰۃ و صدقہ فطر کے مستحق ہیں۔ قیمت میں جو پیسے ملیں وہی خیرات کر دیں، اگر تبدیل کر کے دیئے تو بری بات ہے مگر ادا ہو جائیں گے [25]

(۴) کھال کو اپنے کام میں بھی لا سکتے ہیں مثلاً اس سے رسی بنوائی یا چھلنی یا ڈول یا جائے نماز بنوائی۔ (بہشتی زیور) [26]

(۵) گوشت یا چربی یا چمڑا قصائی یا کسی اور کو تنخواہ یا مزدوری میں دینے کا حکم نہیں [27]

(۶) قربانی کی رسی جھول وغیرہ بھی خیرات کر دینی چاہیئے [28]

(۷) اگر اپنی خوشی سے کسی مردہ کو ثواب پہنچانے کے لیے قربانی کی جائے تو اس قربانی کے گوشت

میں سے کھانا یا کھلانا اور بانٹنا سب درست ہے جس طرح اپنی قربانی کا حکم ہے۔ (بہشتی زیور) [۲۹]

تکبیراتِ تشریق | نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک شہری مقیم کو ہر نمازِ پنجگانہ کے بعد جو جماعتِ مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ہو ایک بار بلند آواز سے تکبیر کہنا واجب ہے، اگر زیادہ بار کہے تو افضل ہے اسے تکبیرِ تشریق کہتے ہیں جو یہ ہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ [۳۰]

عید کی سنتیں | حجامت بنوانا، غسل کرنا، اچھے سے اچھا لباس پہننا (جو میسر ہو) سرمہ لگانا، میسر ہو تو خوشبو لگانا۔ اس عید میں نمازِ عید سے پہلے کچھ نہ کھانا چاہیئے بلکہ افضل یہ ہے کہ واپس آکر قربانی کرے اور اس کا گوشت کھائے، اس عید میں عیدگاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے یہ تکبیر پڑھے: اللہ اکبر اللہ اکبر لآ الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔ عیدگاہ میں وقت سے پہلے جانا اور شروع صفوں میں بیٹھنے کی کوشش کرنا، واپسی پر عیدگاہ سے جس راستے سے گیا تھا اس کی بجائے دوسرے راستے سے آنا بھی سنت ہے۔

نمازِ عید کی نیت | دو رکعت نمازِ عید الاضحیٰ مع چھ تکبیراتِ واجب کے، بندگی اللہ تعالیٰ کی، منہ طرف قبلہ شریف کے، پیچھے اس امام کے،

پہلی رکعت میں ثناء کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھنے سے پہلے امام صاحب تین بار اللہ اکبر کہیں گے، مقتدی بھی اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں، پہلی دو بار تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں اور حسبِ معمول امام صاحب کے ساتھ رکعت پوری کریں۔ دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ اور قرأت کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے تین بار تکبیرات کہیں گے، مقتدی حسبِ سابق اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور چھوڑ دیں، چوتھی بار اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلے جائیں۔

خطبہ | نمازِ عید کے بعد خطبہ ہوتا ہے جس کا سننا واجب ہے، کچھ لوگ خطبہ ختم ہونے سے پہلے عیدگاہ سے چلے جاتے ہیں، خواہ خطیب کی آواز سنائی دے یا نہ دے خطبہ ختم ہونے تک اپنی جگہ نہ چھوڑیں۔

---

[۱] عن عبد اللہ بن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یذبح او ینحر بالمصلّٰی۔ (سنن النسائی ج ۲ ص۲۰۲ باب ذبح الامام اضحیتہ بالمصلّٰی)

[۲] عن انسؓ قال ضحّی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکبشین املحین اقرنین ذبحھما

بیدہ ویسمّی وکبر ووضع رجلہ علیٰ صفاحہما۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص۸۳۵، باب التکبیرات عند الذبح — سُنن النسائی ج۲ ص۲۰۳ باب الکبش کتاب الاضحیۃ)

۳ـ عن عائشۃ رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیہا وحاضت بسرف قبل ان تدخل مکۃ وھی تبکی فقال مالکِ اُنفستِ قالت نعم قال ان ھٰذا امر کتبہ اللہ علیٰ بنات آدم فاقضی مایقضی الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت فلما کنا بمنیٰ اتیت بلحم بقر فقلت ما ھٰذا قالوا ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ازواجہ بالبقر۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص۸۳۲ باب الاضحیۃ للمسافر والنساء)

۴ـ عن مخنف بن سلیم قال کنا وقوفا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعرفۃ فقال یاَ ایھا الناس ان علیٰ اھل بیت فی کل عام اضحیۃ وعتیرۃ أتدرون ماالعتیرۃ ھی التی یسمیہا الناس الرجبیۃ۔

(ابن ماجہ ص۲۲۶ باب الاَضاحی واجبۃ اُم لا)

۵ـ عن ابی ھریرہ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان لہٗ سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا۔ (ابن ماجۃ ص۲۲۶ باب الاَضاحی واجبۃ اُم لا)

۶ـ عن زید بن ارقم رض قال قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یارسول اللہ ماھٰذہ الاضاحی قال سُنۃ ابیکم ابراھیم علیہ السلام۔

(مشکوٰۃ ج ۱ ص۱۲۹ باب فی الاضحیۃ۔ الفصل الثالث)

۷ـ عن عائشۃ رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما عمل ابن آدم یوم النحر عملاً احبّ الی اللہ عزوجل من ھراقۃ دم وانہٗ لیاتی یوم القیٰمۃ بقرونہا واظلافہا واشعارھا وان الدم لیقع من اللہ عزوجل بمکان قبل ان یقع الارض فطیبوابہا نفسا۔ (ابن ماجۃ ص۲۲۶ باب ثواب الاضحیۃ)

۸ـ عن زید بن ارقم رض قال قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یارسول اللہ ماھٰذہ الاضاحی قال سُنۃ ابیکم ابراھیم قالوا فمالنا فیہا یارسول اللہ قال بکل شعرۃ حسنۃ قالوا فالصوف یارسول اللہ قال بکل شعرۃ من الصوف حسنۃ۔

(ابن ماجہ ص۲۲۶)

۹ـ قال العلامۃ الکاسانی رح: بشروط وجوب قربانی، الاسلام، الاقامۃ، حریۃ

ولا تجب (علی الصبی) فی ظاهر الروایۃ ولکن الافضل ان یفعل ذلک۔
(بدائع الصنائع ج ۵ ص۶۴ کتاب الاضحیۃ)

خلہ بہشتی زیور ص۲۵۰ حصہ تیسرا۔

الہ قال العلامۃ الزیلعیؒ: (والاضحیۃ من الابل والبقر والغنم) لان جواز التضحیۃ بہذہ الاشیاء عرف شرعًا بالنص علی خلاف القیاس فیقتصر علیہا۔
(تبیین الحقائق ج ۶ ص۷ کتاب الاضحیۃ)

قال العلامۃ الکاسانیؒ: ویدخل فی کل جنس نوعہ والذکر والانثی منہ الی قولہ والمعز نوع من الغنم والجاموس نوع من البقر بدلیل انہ یضم ذلک الی الغنم والبقر فی باب الزکوٰۃ۔ (بدائع الصنائع ج ۵ ص۶۹ کتاب الاضحیۃ)

قال العلامۃ الکاسانیؒ: ولا یجوز بعیر واحد ولا بقرۃ واحدۃ عن اکثر من سبعۃ ویجوز ذلک عن سبعۃ۔ (بدائع الصنائع ج ۵ ص۷ کتاب الاضحیۃ)

۱۲ہ لما فی الہندیۃ: فلا یجوز شیٔ مما ذکرنا من الابل والبقر والغنم عن الاضحیۃ الا الثنی من کل جنس والا الجذع من الضأن خاصۃ اذا کان عظیما الی قولہ قالوا الجذع من الغنم ابن ستۃ اشہر والثنی ابن سنۃ والجذع من البقر ابن سنۃ والثنی منہ ابن سنتین والجذع من الابل ابن اربع سنین والثنی ابن خمس۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص۲۹۷ الباب الخامس)

۱۳ہ لما فی الہندیۃ: ولا تجوز العمیاء والعوراء البین عورہا الی قولہ ولو ذہب بعض ہذہ الاعضاء دون بعض من الاذن والالیۃ والذنب والعین۔
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص۲۹۸ الباب الخامس)

وفی جامع انہ اذا کان ذہب الثلث او اقل جاز وان کان اکثر من الثلث لا یجوز۔ وروی ابو یوسف رحمہ اللہ انہ ان کان ذہب الثلث لا یجوز وان کان اقل من ذلک جاز۔ وقال ابو یوسف رحمہ اللہ ذکرت لابی حنیفۃ رحمہ اللہ فقال قولی مثل ذلک۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص۲۹۸ الباب الخامس کتاب الاضحیۃ)

قال العلامۃ التمرتاشیؒ: فلو مہزولۃ لم یجز الی قولہ المہزولۃ التی لا مخ فی عظامہا۔ (شرح تنویر الابصار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص۲۲۷ کتاب الاضحیۃ)

۱۴ھ قال العلامة التمرتاشیؒ : ولا بالخنثیٰ لان لحمها لاینضج۔ (شرح تنویر الابصار علیٰ ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۲۸ کتاب الاضحیۃ)

قال العلامۃ ابن عابدینؒ : والعرجاء التی تمشی بثلاثۃ قوائم وتجافی الرابع عن الارض لاتجوز الاضحیۃ بھا (البحر الرائق ج ۸ ص ۱۷۶ کتاب الاضحیۃ)

قال المرغینانیؒ : واما الھتماء وھی التی لا اسنان لھا فعن ابی یوسفؒ انہ یعتبر فی الاثنان الکثرۃ والقلۃ وعنہ ان بقی ما یمکن الاعتلاف بہ اجزأ۔

ویجوز ان یضحی بالجماء وھی التی لا قرن لھا لان القرن لایتعلق بہ مقصود وکذا مکسورۃ القرن لما قلنا والخصی لان لحمھا اطیب۔ (الھدایہ ج ۴ ص ۴۴۸ کتاب الاضحیۃ)

قال الحصکفیؒ : واشتراھا سلیمۃ ثم تعیبت بعیب مانع من التضحیۃ کان علیہ ان یقیم غیرھا مقامھا ان کان غنیًا وان کان فقیرًا یجزئہ ذلک لان الوجوب علی الغنی بالشرع ابتداءً لا بالشراء۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۲۹ کتاب الاضحیۃ)

۱۵ھ قال العلامۃ الکاسانیؒ : فلا یجوز لاحد ان یضحی قبل طلوع الفجر الثانی من الیوم الاول من ایام النحر۔ (بدائع الصنائع ج ۵ ص ۷۳ کتاب الاضحیۃ)

۱۶ھ وایام النحر ثلاثۃ یوم الاضحی وھو الیوم العاشر من ذی الحجۃ الخ۔

(بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۵ کتاب الاضحیۃ)

۱۷ھ والمستحب ذبحھا بالنھار دون اللیل لانہ امکن لاستفاد العروق کذا فی الجوھرۃ النیرۃ۔ (الفتاوی الھندیۃ ج ۵ ص ۲۹۶ کتاب الاضحیۃ)

۱۸ھ لما فی الھندیۃ : لو کان مسافرًا فی اول الوقت ثم اقام فی آخرہ تجب علیہ۔

(الفتاوی الھندیۃ ج ۵ ص ۲۹۲ کتاب الاضحیۃ۔ باب شرائط الوجوب)

قال العلامۃ طاھر بن عبد الرشید البخاریؒ : ولو جاء یوم الاضحی ولا مال لہ ثم استفاد مائتی درھم ولا دین علیہ وجبت الاضحیۃ۔

(خلاصۃ الفتاوی ج ۴ ص ۳۰۹ کتاب الاضحیۃ)

لما فی الھندیۃ : وھکذا لو کان فقیرًا فی اول الوقت ثم ایسر فی آخرہ تجب علیہ۔ (الفتاوی الھندیۃ ج ۵ ص ۲۹۲ کتاب الاضحیۃ باب حکم الوجوب)

۱۹؎ لما فی الهندیة : والافضل ان یذبح اضحیته بیده ان کان یحسن الذبح لان الاولی فی القربات ان یتولی بنفسه وان کان لا یحسن الذبح فالافضل ان یستعین بغیره ولکن ینبغی ان یشهدها بنفسه۔
(الفتاوی الهندیة ج ۵ ص ۳۰۰ کتاب الاضحیة الباب الخامس)

۲۰؎ عن جابرؓ قال ذبح النبی صلی الله علیه وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین فلما وجههما قال انی وجهت وجهی الخ (مشکوٰة ص ۱۲۸ کتاب الاضحیة الفصل الثانی)

۲۱؎ قال العلامة ابن عابدینؒ : ولا یشترط ان یقول بلسانه ما نوی بقلبه کما فی الصلوٰة۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۲۱۹ کتاب الاضحیة)

۲۲؎ اذا أوجب شاة بعینها او اشتراها لیضحی بها فمضت ایام النحر قبل أن یذبحها تصدق بها حیة ولا یأکل من لحمها لانه انتقل الواجب من اراقة الدم الی التصدق وان لم یوجب ولم یشتر وهو موسر وقد مضت أیامها تصدق بقیمة شاة تجزی للاضحیة۔
(رد المحتار ج ۵ ص ۲۲۶ کتاب الاضحیة)

۲۳؎ قال العلامة الحصکفیؒ : ویأکل من لحم الاضحیة ویوکل غنیاً ویدخر وندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث۔ (الدر المختار علی رد المحتار ج ۵ ص ۲۲۳ کتاب الاضحیة)

۲۴؎ قال العلامة طاهر بن عبد الرشید البخاریؒ : سبعة ضحوا واردوا ان یقسموا اللحم بینهم ان اقتسموها وزنا جاز وان اقتسموها جزافا ان جعلوا مع اللحم شیئاً من السقط کالرأس والاکارع یجوز فان لم یجعلوا لا یجوز۔
(خلاصة الفتاوی ج ۴ ص ۳۱۵ کتاب الاضحیة)

۲۵؎ ولا بأس بالدراهم لیتصدقها ولیس له ان یبیعه بالدراهم لینفقها علی نفسه ولو فعل ذلک یتصدق بثمنه۔ (خلاصة الفتاوی ج ۴ ص ۳۲۲ کتاب الاضحیة)

۲۶؎ ویجوز الانتفاع بجلد الاضحیة والهدی والمتعة والتطوع بان یتخذه فروًا او بساطاً او جراباً او غربالا الخ
(خلاصة الفتاوی ج ۴ ص ۳۲۱ کتاب الاضحیة)

۲۷؎ لما فی الهندیة : ولا یحل بیع شحمها وأطرافها ورأسها وصوفها

ووبرها وشعرها ولبنها الذی یحلبه منها بعد ذبحها بشئ لا یمکن الانتفاع به الا
باستهلاک عینه من الدراهم والدنانیر والماکولات والمشروبات ولا ان یعطی
آجر الجزار والذابح منها۔ (الفتاوی الهندیة ج ۵ ص۳۰۱ کتاب الاضحیة)
۲۸ لما فی الهندیة: واذ ذبحها تصدق بجلالها وقلائدها کذا فی السراجیة۔
(الفتاوی الهندیة ج ۵ ص۳۰۰ کتاب الاضحیة۔ الباب السادس)
۲۹ قال العلامة طاهر بن عبد الرشید البخاریؒ: سئل نصیرؒ عن رجل
ضحی عن المیت قال الاجر له والملک لهذا وفی الفتاوی ان کان بامر المیت
المختار انه لا یتناول۔ وقال فی باب البناء إن ضحی بغیر امره المختار انه یتناول۔
(خلاصة الفتاوی ج ۴ ص۳۲۲ کتاب الاضحیة)
۳۰ لما فی الهندیة: اما صفته فانه واجب واما عدده وماهیته فهو أن یقول
مرة واحدة الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد۔
وأما شروطه فاقامة ومصر ومکتوبة وجماعة مستحبة واما وقته فاوله
عقیب صلوٰة الفجر من یوم عرفة وآخره فی قول ابی یوسف ومحمد
رحمهما الله تعالیٰ عقیب صلوٰة العصر من آخر ایام التشریق والفتوی علی
قولهما۔ (الفتاوی الهندیة ج ۱ ص۱۵۳ الباب السابع)
ویستحب یوم الفطر للرجل الاغتسال والسواک ولبس احسن ثیابه
ویستحب التختم والتطیب واستحب فی عید الفطر ان یأکل قبل الخروج الی
المصلی الاکل قبل صلوٰة یوم الاضحی لا یکره لکن یستحب له أن لا یفعل ویستحب ان یکون
أول تناولهم من لحوم الأضاحی ویکبر فی الطریق فی الأضحی جهراً۔
وکیفیة صلوٰتها: ان ینوی صلوٰة العید بقلبه ویقول بلسانه اُصلی
صلوٰة العید لله تعالیٰ الخ (الفتاوی الهندیة ج ۱ ص۱۴۹ باب صلوٰة العیدین)
ثم یکبر للتحریمة ...... ثم یکبر الامام والقوم تکبیرات الزوائد ثلاثاً یرفع یدیه
للامام والقوم فی کل منها ثم یکبر الامام والقوم تکبیرات الزوائد ثلاثاً ویرفع
یدیه فیها کما فی الرکعة الاولیٰ۔ (طحطاوی ص۲۹۱ باب العیدین)

كتاب الوصية